تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

21

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

27 شوال تا 3 ذوالقعدہ 1442ھ/8 تا 14 جون 2021ء

ہم متقی کیسے بنیں؟

ہم متقی کیسے بنیں؟ اس کا جواب بہت آسان ہے کہ متقیوں کی جو صفات اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں بیان فرمائی ہیں وہ صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ چوبیس گھنٹے ہر لمحہ ہمارے دل و دماغ میں یہ رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے، اور ہمیں اسے اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کا حساب دینا ہے، خواہ ہم مسجد حرام میں بیت اللہ کے سامنے ہوں یا گھر میں اپنے بچوں کے ساتھ، بازار میں گاہکوں کے ساتھ ہوں یا چوپال میں لوگوں کے ساتھ۔ دار الحدیث کی مسند پر بیٹھ کر بخاری جیسی حدیث کی مستند کتاب پڑھا رہے ہوں یا کسی کالج میں سائنس کی تعلیم دے رہے ہوں۔ مسجد کے محراب میں بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہوں یا کسی یونیورسٹی میں حساب (Math) کی تعلیم حاصل کر رہے ہوں۔ یہی دنیاوی زندگی، ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کا پہلا اور آخری موقع ہے، کسی بھی وقت موت کا فرشتہ ہماری روح ہمارے جسم سے جدا کر سکتا ہے۔ مرنے کے بعد خون کے آنسو کے سمندر بہانے کے بجائے ابھی اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ کر کے گناہوں سے بچیں اور قیامت تک آنے والے انس وجن کے نبی کے طریقہ پر اللہ کے حکموں کو بجا لائیں۔ اگر ہم اس قیمتی موتی سے آراستہ ہو گئے تو سب سے زیادہ برے ٹھکانے سے محفوظ رہ کر خالق کائنات کے مہمان خانہ میں ہمیشہ ہمیشہ چین و سکون و راحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایسی ایسی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے کہ جن کے متعلق ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی چیز سب سے زیادہ جنت میں لے جانے والی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تقویٰ (پرہیز گاری) اور اچھے اخلاق۔ پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی چیز سب سے زیادہ جہنم میں لے جانے والی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: منہ اور شرمگاہ۔ (ابن ماجہ) منہ سے مراد حرام مال کھانا، دوسروں کی غیبت کرنا، جھوٹ بولنا وغیرہ وغیرہ۔ شرمگاہ سے مراد زنا اور اس کے لوازمات۔ عموماً تقویٰ تین امور سے حاصل ہوتا ہے: (1) احکام الٰہی پر عمل کرنا اور برائیوں سے بچنا۔ (2) نبی ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا اور مکروہ چیزوں سے اپنی حفاظت کرنا۔ (3) شک و شبہ والے امور سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ اختیار کرنے اور پاکبازی کی زندگی گزارنے کی توفیق دے اور شیطان کا آلہ کار بننے سے ہمیں بچائے۔

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی

اس شمارے میں

......ہاں باقی وہ رہ جائے گا
زندگی ایک امتحان ہے!
افغانستان میں امریکہ کی گریٹ گیم
اسلام کا سماجی اور معاشرتی نظام (ii)
حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس
امریکا: اسرائیل کا مؤید و پشت پناہ

خلوت (privacy) کے تین اوقات
غلاموں اور نابالغوں کا بلا اجازت جانا ممنوع

سُورَۃُ النُّوۡر — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیت :58

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِیَسۡتَاۡذِنۡکُمُ الَّذِیۡنَ مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ وَ الَّذِیۡنَ لَمۡ یَبۡلُغُوا الۡحُلُمَ مِنۡکُمۡ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنۡ قَبۡلِ صَلٰوۃِ الۡفَجۡرِ وَ حِیۡنَ تَضَعُوۡنَ ثِیَابَکُمۡ مِّنَ الظَّہِیۡرَۃِ وَ مِنۡۢ بَعۡدِ صَلٰوۃِ الۡعِشَآءِ ۟ؕ ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّکُمۡ ؕ لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ وَ لَا عَلَیۡہِمۡ جُنَاحٌۢ بَعۡدَہُنَّ ؕ طَوّٰفُوۡنَ عَلَیۡکُمۡ بَعۡضُکُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۵۸﴾

آیت ۵۸: ﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِیَسۡتَاۡذِنۡکُمُ الَّذِیۡنَ مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ﴾ ”اے ایمان والو! چاہیے کہ تم سے اجازت لیا کریں تمہارے غلام اور لونڈیاں“

﴿وَ الَّذِیۡنَ لَمۡ یَبۡلُغُوا الۡحُلُمَ مِنۡکُمۡ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ﴾ ”اور تمہارے وہ بچے بھی جو ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچے‘ تین اوقات میں۔“

دن رات میں تین اوقات تمہاری خلوت (privacy) کے اوقات ہیں۔ ان اوقات میں تمہارے غلام‘ باندیاں اور بچے بھی بلا اجازت تمہاری خلوت میں مخل نہ ہوں۔ ان اوقات کی تفصیل یہ ہے:

﴿مِنۡ قَبۡلِ صَلٰوۃِ الۡفَجۡرِ وَ حِیۡنَ تَضَعُوۡنَ ثِیَابَکُمۡ مِّنَ الظَّہِیۡرَۃِ﴾ ”فجر کی نماز سے پہلے‘ اور جب تم اپنے کپڑے اتار دیتے ہو دوپہر کے وقت“

﴿وَ مِنۡۢ بَعۡدِ صَلٰوۃِ الۡعِشَآءِ ؕ﴾ ”اور عشاء کی نماز کے بعد۔“

﴿ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّکُمۡ ؕ﴾ ”یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں۔“

یعنی یہ تمہاری خلوت (privacy) کے اوقات ہیں۔ ان اوقات میں تمہارے خادموں اور تمہارے بچوں کا اچانک تمہارے پاس آ جانا مناسب نہیں‘ لہٰذا انہیں یہ ہدایت کر دی جائے کہ وہ ان اوقات میں تمہاری خلوت کی جگہ آنے لگیں تو پہلے اجازت لے لیا کریں۔

﴿لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ وَ لَا عَلَیۡہِمۡ جُنَاحٌۢ بَعۡدَہُنَّ ؕ﴾ ”ان اوقات کے بعد (وہ بلا اجازت آئیں تو) تم پر اور ان پر کوئی حرج نہیں۔“

یعنی ان اوقات کے علاوہ تمہارے غلام‘ باندیاں یا بچے اگر تمہارے پاس بغیر اجازت آئیں جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿طَوّٰفُوۡنَ عَلَیۡکُمۡ بَعۡضُکُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ ؕ﴾ ”تم ایک دوسرے کے پاس پھرتے پھراتے ہی رہتے ہو۔“

یعنی گھر کے اندر اِدھر اُدھر مختلف کاموں کے لیے مختلف افراد کو وقتاً فوقتاً آنا جانا ہوتا ہے۔ اس طرح کی آمد و رفت پر ان خاص اوقات کے علاوہ کوئی پابندی نہیں ہے۔

﴿کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۵۸﴾﴾ ”اسی طرح اللہ واضح کرتا ہے تمہارے لیے اپنی آیات۔ اور اللہ علیم ہے‘ حکیم ہے۔“

فرمانِ نبویؐ

کسی کے گھر میں جھانکنا

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((مَنِ اطَّلَعَ فِیۡ بَیۡتِ قَوۡمٍ بِغَیۡرِ اِذۡنِھِمۡ فَقَدۡ حَلَّ لَھُمۡ اَنۡ یَّفۡقَؤُوۡا عَیۡنَہٗ))

(رواہ المسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص کسی کے گھر میں جھانک رہا ہو تو گھر والوں کے لیے حلال ہے کہ وہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔“

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہونا برا ہے اسی طرح کسی کے گھر میں جھانکنا بھی برا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بلا اجازت گھر میں داخل ہونا تو کجا گھر کے اندر جھانکنے سے متعلق بھی سخت الفاظ میں منع فرمایا ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

27 شوال تا 3 ذوالقعدہ 1442ھ جلد 30
8 تا 14 جون 2021ء شمارہ 21

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

......ہاں باقی وہ رہ جائے گا

جماعت کی تعریف شاید اس سے بہتر ممکن نہ ہو کہ یکساں ہدف رکھنے والے ہم مقصد افراد کا ایسا گروہ جو کسی ایک نظم سے منسلک ہو۔ یہ نظم جماعت کے دستور کے تحت قائم ہوتا ہے، اور تمام وابستگان جماعت اپنی ذمہ داری اس دستور کے مطابق ادا کرتے ہیں۔ وہ دستور ہی کے حوالے سے نظم بالا کو جوابدہ ہوتے ہیں اور اُن سب کی اصل وفاداری جماعت کے دستور کے ساتھ ہوتی ہے۔ جماعت کا سربراہ بھی دستور کا پابند ہوتا ہے۔ آج کے دور میں دنیا بھر میں جماعت سازی کا یہی چلن ہے۔ آج دنیا میں حصول قوت و اقتدار کے لیے سیاسی داؤ پیچ جو حیثیت اختیار کر گئے ہیں اُن کی بنا پر بھی ایک کامیاب سیاست دان بننے کے لیے کسی باقاعدہ سیاسی جماعت سے منسلک ہونا ناگزیر ہے۔ دنیا کے اکثریتی حصہ میں چونکہ سیکولرازم ایک نظام کی حیثیت سے تسلط حاصل کر چکا ہے، اس ماحول اور پس منظر میں مذہب اور ریاست بہتے دریا کے دو کناروں کی طرح ہیں، جو کبھی مل نہ سکیں گے۔ لہٰذا آج کسی سیاسی کارکن کے دو ہی بڑے مقاصد ہو سکتے ہیں: اولاً ملک و قوم کی خدمت کی جائے اور اس کی تعمیر و ترقی میں حصہ ڈالا جائے۔ دوسرا اقتدار یا سیاسی قوت کے بل بوتے پر ذاتی مفادات کی تکمیل کی جائے۔

سیاسی جماعتوں کے وجود کے حوالہ سے برصغیر یورپ سے بہت پیچھے ہے۔ یہاں مغل حکمرانوں کا خاتمہ ہوا تو سات سمندر پار سے گورے آ گئے۔ 1857ء تک اہل ہندوستان آزادی حاصل کرنے کے لیے عسکری جدوجہد کرتے رہے، لیکن باہمی چپقلش کی وجہ سے ناکام ہو گئے۔ بعد ازاں آزادی کے لیے سیاسی طریقہ اختیار کیا گیا۔ ہندوؤں نے کانگریس اور مسلمانوں نے مسلم لیگ کے نام سے اپنی اپنی جماعت تشکیل دی جبکہ مذہبی طبقے نے عسکری جدوجہد بھی جاری رکھی اور سیاسی سطح پر متحدہ ہندوستان کی آزادی کے لیے کانگریس کے ساتھ مل کر جدوجہد شروع کر دی۔ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کی تاریخ کا جائزہ لیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ دونوں کا مطمح نظر انگریز سے آزادی کا حصول تھا، لیکن مسلم لیگ انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے ساتھ ہندوستان کو تقسیم کر کے مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن حاصل کرنے کی جدوجہد بھی کرتی رہی، جس سے کانگریس اور مسلم لیگ میں ایک فرق واقع ہو گیا۔ کانگریس صرف یہ چاہتی تھی کہ انگریز ہندوستان سے رخصت ہو جائے اور انگریز نے ہندوستان سے اپنی رخصتی کو اصولی طور پر قبول بھی کر لیا تھا۔ لہٰذا اختلاف صرف وقت اور رخصتی کے انداز کا تھا۔ یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ ہندوؤں کو کانگریس کو ایک سیاسی جماعت کی حیثیت سے مضبوط بنیادیں فراہم کرنے اور تنظیم سازی کے لیے مناسب وقت مل گیا۔ جب کہ مسلم لیگ کو پاکستان بنانے کے لیے ایک زوردار تحریک چلانا پڑی، لہٰذا تنظیم سازی کا نہ وقت تھا نہ موقع۔ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں نے چونکہ مذہب کی بنیاد پر الگ وطن کا مطالبہ کیا تھا، لوگوں کو پاکستان کا مطلب لا الٰہ الا اللہ بتایا گیا تھا، لہٰذا اس تحریک کو مذہبی جذبات کی بنیاد پر ہی آگے بڑھایا گیا۔

ہم قارئین خصوصاً تنظیم اسلامی کے رفقاء کی خدمت میں اصلاً یہ عرض کرنا چاہ رہے ہیں کہ پاکستان کی گھٹی میں جذباتیت ہے۔ اس کی تعمیراتی فزیالوجی میں جذباتیت ہے۔ لہٰذا قیام پاکستان کے بعد جتنی بھی نئی سیاسی اور مذہبی جماعتیں قائم ہوئیں، اُن میں لیڈر حضرات نے جذبات کو فوکس کیا۔ مثلاً مذہبی جماعتوں نے اپنے اپنے مسلک کی دُہائی دی، مسلکی جذبات کو بھڑکایا اور مسلک کی بنیاد پر الگ جماعت بنا لی۔ جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت اہل حدیث، اہل تشیع کی جماعت تحریک جعفریہ وغیرہ۔ سیاسی جماعتوں نے جو حقیقت میں سب سیکولر جماعتیں ہیں بنیادی انسانی ضروریات کی تکمیل کا لالچ دیا۔ مثلاً کسی نے روٹی، کپڑا اور مکان

کا نعرہ بلند کر کے اور کسی نے لسانی اور علاقائی تعصب کو ہوا دے کر جذبات کو بھڑکایا اور ہم زبانوں یا علاقہ پرستوں (جنہیں قوم پرست کہا جاتا ہے) کو اپنے گرد اکٹھا کر کے جماعت بنالی۔ گویا صورت حال یہ بنی کہ سندھ کے کراچی اور حیدر آباد جیسے بڑے شہروں میں آسانی سے لسانی بنیادوں پر جماعت بن گئی۔ اسی طرح مذہبی جماعتوں میں شیعہ حضرات کو تحریک نفاذ جعفریہ کی اور اہل حدیث حضرات کو جمعیت اہل حدیث کی دعوت دینا اور دعوت قبول کرنا کتنا آسان ہے۔ ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان میں کسی بھی نوع کی عصبیت کی پکار لگا کر جماعت بنانا بھی آسان، چلانا اور قائم رکھنا بھی آسان ہے۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء سے ہمارا ٹریلین ڈالر کا سوال یہ ہے کہ وہ کس عصبیت کی صدا لگائیں گے؟ وہ کس طرح کے جذبات کو مہمیز لگائیں گے؟ ہم نے جو آغاز میں جماعت کی تعریف بیان کرنے کی کوشش کی ہے، اس میں صرف پہلے جملے کا ابتدائی جُز تنظیم اسلامی پر صادق آتا ہے۔ یعنی یکساں ہدف رکھنے والے ہم مقصد افراد جو ایک نظم سے منسلک ہیں۔ اس کے بعد پاکستان کی تمام دوسری سیاسی اور مذہبی جماعتوں سے تعمیری اور عملی اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ تنظیم اسلامی دستوری نہیں بلکہ شخصی بیعت کی بنیاد پر قائم ہے، جس کا بنیادی فلسفہ یا اصول یہ ہے کہ جس شخص کے ہاتھ پر بیعت کی جا رہی ہے اُس کے ہر حکم کی بلا چُوں وچرا پابندی کرنا ہوگی، بشرطیکہ حکم شریعت کے دائرے کے اندر ہو۔ تنظیم اسلامی نے اپنا اصل اور حقیقی ہدف رضائے الٰہی کو ٹھہرایا ہے اور اُس کا مؤقف یہ ہے کہ اپنے ہدف کے حصول کے لیے نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دینا لازم ہے، جس کے لیے تقسیم سے قبل کے نعرے میں قیام پاکستان کے بعد ''محمد رسول اللہ'' کا اضافہ لازم و ناگزیر ہے۔ شریعت محمدیہؐ کا نفاذ نہیں ہوگا تو بات محض جذباتیت تک محدود ہو کر رہ جائے گی اور نعرے لگاتے لگاتے جذبات بھی بالآخر سرد پڑ جائیں گے۔ اگرچہ پاکستان کی تمام مذہبی جماعتیں نعرہ تو نفاذ اسلام کا ہی لگاتی ہیں لیکن جب وہ اپنے مخصوص خول سے مخصوص لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے لگاتی ہیں تو ہم مسلک لوگ اصل دعوت کو سمجھ لیتے ہیں۔ لہٰذا وہی لپکتے ہیں جنہیں حقیقت میں پکارا جاتا ہے۔ تنظیم اسلامی نے خود کو کسی خاص مسلک سے نتھی ہی نہیں کیا ہوا، لہٰذا اُسے مسلک محمدیؐ کی صدا لگانی ہے (جس کے لیے صحیح تر اصطلاح شریعت محمدیؐ ہے) اور تمام مسلمانوں کو دعوت دینی ہے۔ شریعت محمدیؐ کے مطابق تمام زمین اللہ کی ہے اور مسلمان کے لیے مسجد کی حیثیت رکھتی ہے، لہٰذا کسی زمینی عصبیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی لیے فرمایا کہ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر برتری حاصل نہیں۔ کسی گورے کو کالے پر، کالے کو گورے پر فوقیت نہیں۔ گویا رنگ نسل اور زبان یا کسی بھی نوع کی عصبیت کی پکار نہیں لگائی جا سکتی۔

پھر یہ کہ سیکولر سیاسی جماعتوں کی طرح دنیوی ساز وسامان اور عہدوں وغیرہ کا لالچ کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اس لیے کہ ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ انتخابات میں حصہ لینے پر بھی تنظیم نے خود پر پابندی لگا رکھی ہے۔ لہٰذا خالصتاً نفاذ دین کے لیے کسی جماعت سے منسلک ہونے کی دعوت دینا اور لوگوں کو اپنے ساتھ جمع کر کے بڑی جماعت بنا لینا دنیا کا مشکل ترین کام ہے، اگرچہ ناممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 20 کروڑ میں سے چند ہزار افراد کو اللہ نے یہ توفیق بخشی ہے کہ وہ تنظیم اسلامی کے رفقاء اور رفیقات کہلاتے اور کہلاتی ہیں۔ لیکن اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا چاہیے کہ مشکلات کی وجہ سے knocking ہوتی رہتی ہے۔ ایک ہچکچاہٹ اور تذبذب کی بہر حال کیفیت موجود ہے۔ ہماری رائے میں اس حوالہ سے مختلف لوگوں کی مختلف وجوہات ہیں۔ اگر رفقاء بُرا نہ مانیں تو ہم اس knocking کو مرض کا نام دیں گے اور ساتھ ساتھ علاج تجویز کرنے کی کوشش کریں گے۔ مثلاً بعض ساتھی جو بڑے پُرعزم طریقے سے تنظیم میں شامل ہوئے، انہوں نے اقامت دین (یعنی دین کو عملاً قائم کر دینے) کو دینی اور شرعی فریضہ سمجھ لیا۔ حالانکہ ایک رفیق پر اقامت دین کی جدوجہد لازم ہے، اسلام کا بالفعل نفاذ کرنا اس کی ذمہ داری نہیں۔ ایسا رفیق جب زمینی حقائق پر نگاہ ڈالتا ہے اور حالات کی ناموافقت اس کے سامنے آتی ہے تو تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً یا تو سست روی کا شکار ہو جاتا ہے یا جلد بازی کا مظاہرہ کر کے انقلاب کے دنیوی ہدف کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کی فکر کرنے لگتا ہے، اور نتائج سے مایوسی کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ اُسے اس بات کو ذہنی اور قلبی طور پر سمجھنا چاہیے کہ میری ذمہ داری تو دین قائم کرنے کے لیے سرتوڑ جدوجہد کرنا ہے، مجھے تن من دھن لگانا ہے، لیکن میرا اصلی ہدف رضائے الٰہی ہے اور کیا اللہ اپنی راہ میں مخلصانہ جدوجہد کو رد کرے گا۔ سورۂ محمدؐ کی آیت نمبر 7 کا مطالعہ کریں، وہ تو اسے یعنی اللہ کے دین کو قائم کرنے کی کوشش کو اپنی مدد قرار دیتا ہے۔ کیا وہ اپنی مدد کرنے والوں کو بھلا دے گا؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ گویا کامیابی کا امکان صد فی صد ہے تو تذبذب کیسا؟ معاشرے میں انقلاب آتا ہے یا نہیں آتا، یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ قطعی اور حقیقی اختیار صرف اللہ کا ہے۔ آپ اپنا کام کریں، لوگوں کو اقامت دین کی جدوجہد کے لیے جمع ہونے اور نظم سے جُڑنے کی دعوت دیں اور دیتے چلے جائیں، دیتے چلے جائیں کہ یہی آپ کا فرض منصبی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے تو علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

اس دور میں سب مٹ جائیں گے ہاں باقی وہ رہ جائے گا
جو قائم اپنی راہ پہ ہے اور پکا اپنی ہٹ کا ہے

ضرورت اپنی راہ پر قائم رہنے کی اور ہٹ کا پکا ہونے کی ہے۔ لیکن یاد رکھیے، یہ اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں اور اللہ کی مدد کے حصول کے لیے دن کا شہسوار رہنے کے ساتھ ساتھ رات کا راہب بننا ہوگا۔ شیطانِ لعین سے اللہ کی پناہ حاصل کرنا ہوگی۔ دوسری بہت بڑی رکاوٹ حصول رزق کی مشکلات ہیں۔ اپنے اور اہل خانہ کی ضروریات دنیوی کی تکمیل ہے۔ یہ رکاوٹ اور مشکل یوں تو ہر دور میں رہی ہے، لیکن آج بہت گھمبیر اور پیچیدہ ہوگئی ہے۔ اسے آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، لیکن اگر انسان یہ طے کر لے کہ وہ کسی تیسرے کام میں اپنا وقت ضائع نہیں کرے گا اور اپنے اوقات کا سختی سے احتساب کرے گا تو ہمارا ایمان ہے اور شاید تجربہ بھی کہ دینی اور تنظیمی امور کی انجام دہی کے لیے وقت نکل ہی آتا ہے اور جسے نہیں نکالنا اُسے پنج وقتہ نماز کے لیے بھی وقت نہیں ملتا۔ ضرورت عزم کی ہے۔ قلبی، ذہنی اور روحانی Commitment ہو تو اللہ آسانیاں پیدا کر دیتا ہے۔ کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا، مشکل ضرور ہوتا ہے۔ صرف ہمارا امتحان درکار ہے۔ ﴿وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ م بِالْعِبَادِ﴾ (المؤمن) ''میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں کا نگران ہے۔'' پر ہمارا یقین ہونا چاہیے۔ رفقاءِ گرامی! یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اللہ کا کام کریں اور اللہ آپ کا کام نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین یارب العالمین!

زندگی ایک امتحان ہے!

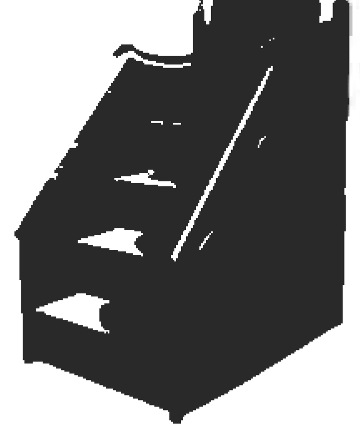

(سورہ النجم کی آیات 42 تا 48 کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 28 مئی 2021ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن مجید کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں آج ہم ان شاء اللہ سورۃ النجم کی آیت 42 تا 48 کا مطالعہ کریں گے۔ فرمایا:

﴿وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾﴾ ''اور یہ کہ بالآخر پہنچنا تمہارے رب ہی کی طرف ہے۔''

یہ ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ ہر ایک اس کو تسلیم کرتا ہے، چاہے مسلمان ہو چاہے کافر۔ اس لیے کہ موت پر یقین کے لیے دلائل کی ضرورت نہیں۔ جو بھی دنیا میں آیا اس نے جانا ہے۔ اس سے انکار کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ البتہ دین یہ بتاتا ہے کہ موت کے بعد یہ معاملہ تمام نہیں ہو جائے گا بلکہ اس کے بعد برزخ کی زندگی ہے اور پھر اپنے رب کے سامنے پیش بھی ہونا ہے۔ یہ سب سے بڑا سبق ہے جس کو اکثر و بیشتر لوگ بھول جاتے ہیں۔ ہمیں دوسروں کی موت کا خیال بھی رہتا ہے، خبریں بھی پڑھ لیتے ہیں، جنازوں میں بھی شرکت کرتے ہیں، تدفین میں بھی شرکت کرتے ہیں لیکن شاید اپنے بارے میں نرم گوشہ رکھتے ہیں کہ ابھی تو زندگی بہت باقی ہے۔ حالانکہ ہم دیکھ بھی رہے ہیں کہ چھوٹی عمر کے بچے بھی جا رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود غفلت ہمارے ذہنوں پر سوار ہے کہ ہم آخرت کی اصل زندگی کو بھول جاتے ہیں اور دنیا کی اس عارضی زندگی کے لیے منصوبے بنا رہے ہوتے ہیں۔ جیسے سب کچھ ہمارے اختیار میں ہو۔ اسی غلط فہمی کو اگلی آیت میں دور کیا جا رہا ہے۔ ارشاد ہوا:

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾﴾ ''اور یہ کہ وہی ہے جو ہنساتا بھی ہے اور رُلاتا بھی ہے۔''

اگر سب کچھ انسان کے اختیار میں ہو تو وہ ہر وقت ہنستا مسکراتا رہے، ہر انسان خوشحال اور آسودہ زندگی گزار رہا ہو مگر ایسا نہیں ہے۔ ہم ایک دن کسی عزیز کی شادی کی تقریب میں ہوتے ہیں تو خوش ہو رہے ہوتے ہیں لیکن دوسرے ہی دن کسی عزیز کی وفات پر رنج کے آنسو بہا رہے ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ سب کچھ ہمارے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اختیار کل کا کل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾﴾ ''اور یہ کہ وہی ہے جو مارتا بھی ہے اور زندہ بھی رکھتا ہے۔''

آج جو رات کو سلا رہا ہے وہ صبح اٹھا بھی دیتا ہے۔ ایک دن موت کی نیند سلا ہی دے گا اور دوبارہ قیامت کے دن کھڑا بھی کر دے گا۔

مرتب: ابو ابراھیم

﴿وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾﴾ ''اور یہ کہ وہی ہے جس نے پیدا کیے ہیں جوڑے نر اور مادہ کے، ایک ہی بوند سے جبکہ وہ ٹپکائی جاتی ہے۔'' (النجم: 45،46)

یہ اللہ کی تخلیق کا عظیم شاہکار ہے کہ وہ ایک معمولی اور حقیر سے قطرے کے معمولی جز سے نر بھی بناتا ہے اور مادہ بھی بناتا ہے۔ حالانکہ اس معمولی قطرے کے بھی معمولی جز میں نہ آنکھ ہوتی ہے، نہ کان، نہ ناک، نہ دل، نہ دماغ اور نہ ہی دیگر اعضاء۔ وہ صرف پانی کے قطرے کا ایک معمولی جز ہوتا ہے۔ اس میں رب کائنات کی قدرت اور اختیار کل کی عظیم نشانیاں ہیں۔ فرمایا:

﴿وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾﴾ ''اور یہ کہ اُسی کے ذمے ہے دوبارہ اُٹھانا۔'' (النجم: 47)

جو اللہ پانی کے ایک معمولی قطرے کے معمولی جز سے جیتا جاگتا انسان بنا سکتا ہے اور اسی سے کسی کو مرد بناتا ہے اور کسی کو عورت تو اس کے لیے انسان کو موت کے بعد دوبارہ اُٹھانا کونسا مشکل کام ہے۔ جب انسان نہیں تھا تو اس نے پیدا کیا وہی دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ فرمایا:

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾﴾ ''اور یہ کہ اُسی نے دولت دی اور اسی نے خزانہ دیا۔''

اگر انسان کے اختیار میں سب کچھ ہوتا تو ہر انسان خوشحال اور آسودہ حال ہوتا لیکن ایسا نہیں ہے کوئی امیر ہے تو کوئی غریب ہے، کوئی دکھ اور مصیبت میں ہے تو کوئی عیش و آرام میں ہے۔ یہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اسی میں انسان کے دنیا پر بھیجے جانے کا اصل مقصد پوشیدہ ہے اور وہ مقصد ہے آزمائش۔ فرمایا:

''بہت ہی بابرکت ہے وہ ہستی جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔'' (الملک: 1،2)

کہیں غربت ہے، کہیں شہنشاہیت ہے، کہیں فاقے ہیں تو کہیں عیش ہے، کہیں خوشی ہے تو کہیں ماتم ہے۔ یہ سب حالتیں انسان کی آزمائش کے لیے ہیں۔ سورۃ الانبیاء میں فرمایا:

﴿وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ﴾ ''اور ہم آزماتے رہتے ہیں تم لوگوں کو شر اور خیر کے ذریعے سے۔'' (الانبیاء: 35)

اسی طرح سورۃ التغابن میں فرمایا:

﴿اِنَّمَآ اَمۡوَالُكُمۡ وَاَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ ؕ﴾ (التغابن:15)

’’تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے امتحان ہیں۔‘‘

لفظ فتنہ آزمائش کے معنوں میں آتا ہے۔ مال و دولت ہر انسان کی خواہش ہے لیکن آزمائش یہ ہے کہ وہ یہ دولت حرام ذرائع سے کماتا ہے یا حلال ذرائع پر قناعت کرتا ہے اور صبر وشکر کی زندگی گزارتا ہے۔ پھر مال آگیا تو اب بھی آزمائش ہے کہ وہ اس میں سے زکوٰۃ کی ادائیگی کرتا ہے، غریبوں، مسکینوں، یتیموں پر خرچ کرتا ہے؟ وراثت میں بیٹیوں کو حصہ دیتا ہے؟ اگر اللہ نے زائد مال دیا ہے تو اللہ کی نعمت ہے۔ بندہ اپنے اوپر بھی خرچ کرے، زیر کفالت لوگوں پر بھی خرچ کرے۔ یہی مال حلال سے کمائے تو اجر ہے، جائز میں خرچ کرے تو ثواب ہے۔ حدیث میں آتا ہے وہ لقمہ جو ماں باپ کو کھلاؤ، وہ لقمہ جو اپنی بیوی کو کھلاؤ، وہ لقمہ جو اپنی اولاد کو کھلاؤ وہ صدقہ ہے۔ حدیث میں آیا کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو بندہ اپنے زیر کفالت لوگوں پر خرچ کرتا ہے۔ لیکن یہی مال حرام سے کمایا ہے تو باعث عذاب ہوگا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ’’ہر اُمت کا کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے جس سے اس کو آزمایا جاتا ہے اور میری اُمت کا فتنہ مال ہے۔ اسی مال کی محبت میں کبھی بندہ ایسا ڈوبتا ہے کہ اس کو اپنا معبود بنا لیتا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ:

((تعس عبدالدینار والدرہم)) ’’ہلاک ہو گیا درہم و دینار کا بندہ۔‘‘

انسان کو پیدا کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اللہ کی بندگی کرتا، اللہ کا حکم مانتا لیکن مال کے پیچھے ایسا لگا کہ اللہ کا حکم پامال، اللہ کے حقوق پامال، شریعت کی تعلیم پس پشت ڈال دی۔ معلوم ہوا کہ یہی مال اس کے لیے فتنہ بن گیا۔ پھر اگر مال کی محبت اسے حرام ذرائع کی طرف لے جائے تو پھر بھی فتنہ ہے۔ اللہ کے رسول مکرم ﷺ نے فرمایا کہ حرام مال سے پلا ہوا جسم جہنم کا مستحق ہے۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ فرمایا کہ مال حرام سے دیا گیا کوئی صدقہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں۔ مسلم شریف کی روایت میں آیا کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول فرماتا ہے۔ آج دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟ دعاؤں کے قبول نہ ہونے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ مال حرام ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے لمبے سفر کی وجہ سے اس کے بال پراگندہ اور غبار آلودہ ہوتے ہیں، وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! (دعا قبول فرما لے) جب کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا پہناوا حرام اور اس کی پرورش بھی حرام مال کے ذریعہ ہوئی ہو تو بھلا اس کی دعا کیسے قبول کی جائے۔‘‘

مختصراً مال کا ہونا بھی آزمائش ہے اور نہ ہونا بھی آزمائش ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((کاد الفقر ان یکون کفرا)) (مشکوٰۃ)

’’غربت انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔‘‘

بھوک انسان کو کفر تک لے جاسکتی ہے تو اسی طرح مال کا ہونا بھی فتنہ ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کو خلق قرآن کے مسئلے پر کوڑے مارے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اتنے کوڑے ان پر برسائے گئے کہ اگر ہاتھی جیسے جانور پر برسائے جاتے تو شاید وہ بھی ہلاک ہو جاتا۔ اللہ نے ان کو استقامت دی اور وہ برداشت کرتے رہے۔ آنسو نہیں بہائے۔ یہاں تک کہ نیا خلیفہ آیا تو وہ آپؒ کا عقیدت مند ہو گیا۔ اس نے نہ صرف امام صاحبؒ کو عزت کے ساتھ رہا کر دیا بلکہ اشرفیوں کی ایک تھیلی بھی عنایت فرمائی۔ امام صاحبؒ نے جب اشرفیوں کی تھیلی دیکھی تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ یا اللہ وہ آزمائش آسان تھی جس میں میری جان جارہی ہے۔ مگر یہ اشرفیوں کی آزمائش سخت ہے۔ چنانچہ وہ تھیلی انہوں نے واپس کر دی۔ یہ سوچ و فکر کا زاویہ ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے: ﴿ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ یَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِیۡمِ ۸﴾ ’’پھر

پریس ریلیز: 4 جون 2021ء

ملالہ نے مغرب میں اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے اسلام کے معاشرتی نظام پر حملہ کیا ہے

شجاع الدین شیخ

ملالہ نے مغرب میں اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے اسلام کے معاشرتی نظام پر حملہ کیا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ سیاسی اور معاشی سطح پر تو مغرب سیکولرازم کے نفاذ سے امت مسلمہ کو مکمل طور پر زیر کر چکا ہے۔ البتہ معاشرتی سطح پر چونکہ امتِ مسلمہ قدرے پسپائی کے باوجود مزاحمت کر رہی ہے لہٰذا مغرب خود اور ملالہ جیسے ایجنٹوں کے ذریعے پوری قوت سے حملہ آور ہے اور چاہتا ہے کہ معاشرتی سطح پر بھی مغربی تہذیب کو مسلمان ممالک میں مسلط کر دیا جائے۔ اُنھوں نے کہا کہ مغرب اسلامی ممالک میں سے سیکولر/لبرل لوگوں کو چُنتا ہے، اِنھیں پالتا پوستا ہے، پھر اُن سے حیا اور دوسرے شعائرِ اسلامی پر حملہ کرواتا ہے۔ اور پھر اپنے رنگ میں رنگنے کے لیے انہیں نکاح جیسے مقدس فریضہ کے خلاف گمراہ کن پروپیگنڈا کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ مغرب کے اِس عیارانہ حملے کا معذرت خواہانہ نہیں بلکہ دندان شکن جواب دینے کی ضرورت ہے۔ اِس نظریاتی حملہ پر مسلمانوں کو پسپا ہونے کی نہیں بلکہ جارحانہ رویہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ گویا ضرورت اِس امر کی ہے کہ ہم معاشرتی نظام سمیت نظامِ حیات کے تمام گوشوں میں اسلامی طرزِ حیات اپنائیں اور مکمل اعتماد اور دِلجمعی کے ساتھ قرآن وسنت کے تمام احکامات پر عمل درآمد کریں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

اس دن تم سے ضرور پوچھا جائے گا نعمتوں کے بارے میں۔'' (التکاثر)

اللہ کے رسول ﷺ کا مشہور واقعہ ہے۔ حضور ﷺ اپنے دو اصحاب حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک انصاری صحابیؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ انصاری صحابیؓ بڑے خوش ہوئے کہ آج رسول اللہ ﷺ اور ان کے دو پیارے صحابہؓ کی ضیافت کا موقع ملے گا۔ جلدی جلدی انہوں نے بکری ذبح کی۔ چار چیزیں حضور ﷺ کے سامنے پیش کی گئیں: گوشت، پانی، روٹی اور کھجور۔ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کھجور کے بارے میں سوال ہوگا، اس پانی کے بارے میں سوال ہوگا، اس روٹی کے بارے میں سوال ہو گا۔ اس گوشت کے بارے میں سوال ہوگا۔

عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مال ایک فتنہ ہے، آزمائش ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہیں کہ کس کو زیادہ دے اور کس کو کم دے لیکن دونوں صورتوں میں امتحان ہے۔ جس کو زیادہ دیا اس کے لیے زیادہ آزمائش ہے۔ جن کو کم دیا ان کے لیے کم آزمائش ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے غرباء امراء سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے، امراء کو جتنا دیا ان کا اتنا ہی محاسبہ ہوگا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے کہ وہ احسان فرمادے۔ جیسے قیامت کا دن کوئی پچاس ہزار برس کا ہوگا لیکن مومن کے لیے ایسا ہوگا جیسے ایک نماز ادا کی اور معاملہ ختم۔ مالداروں میں بھی مومنین کے لیے خوشخبری ہے کہ وہ جتنا اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے اتنا ہی ثواب ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اللہ نے خوب عطا کیا تھا۔ ایک موقع پر جب ڈھیروں مال سیدنا عثمان ؓ نے پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرط مسرت میں جنت کی خوشخبری عطا فرمائی۔ یعنی ہر ایک کے لیے مواقع ہیں لیکن یہ ہے آزمائش کا معاملہ۔ اللہ تعالیٰ میرا اور آپ کا خالق ہے اور وہ الحکیم بھی ہے۔ اسی نے پیدا فرمایا، وہ ہماری حدود کو جانتا ہے کہ بندہ کتنا کمزور ہے، کتنا یہ بوجھ برداشت کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ﴾ ''اللہ تعالیٰ نہیں ذمہ دار ٹھہرائے گا کسی جان کو مگر اس کی وسعت کے مطابق۔'' (البقرۃ:286)

وہی بہتر جانتا ہے کہ کس کو کم دینا ہے، کس کو زیادہ دینا ہے۔ لیکن جس کو زیادہ ملے گا اس کے زیادہ آزمائش میں مبتلا ہونے کے امکانات ہیں۔ اصل بات ہے کہ اللہ سے فضل مانگنا چاہیے۔ دنیا میں کم ملے زیادہ۔ زمین میں دو فٹ نیچے جائیں گے تو برابر ہو جائیں گے۔ غریب کی جھونپڑی بھی اس کے ساتھ نہیں جائے گی اور بادشاہ کا محل بھی اس کے ساتھ نہیں جائے گا۔ آخر میں وہ جھونپڑی، محل، کرسی، اقتدار سب کچھ ادھر پڑا رہ جائے گا اور غریب کی غربت بھی ادھر رہ جائے گی۔ جو ہر بندہ لے کر جائے گا وہ اس کے اعمال ہوں گے اور اسی کے مطابق اس کا انجام ہوگا۔ یہ اصل نکتہ ہے جس پر توجہ ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان حقائق کا یقین عطا فرمائے اور اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ عطا فرمائے تو اس کا شکر کریں اور کسی درجے میں آزمائش کا معاملہ آجائے تو صبر کریں۔ صبر میں بھی شکر کا پہلو آتا ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں فلیٹ میں رہ رہا ہوں اور کرایہ کا فلیٹ ہے لیکن ذرا وہ جھونپڑی والے کو دیکھ لے جس کے گھر کے اوپر چھت بھی نہیں ہے تو اس صبر میں بھی شکر آئے گا اور کب آئے گا سادہ سا فارمولا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور دین کے معاملے میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھو۔''

لیکن آج معاملہ اُلٹا ہوگیا۔ جمعہ کی دو رکعت پڑھنے کے بعد مطمئن ہیں کہ دین پورا ہوگیا۔ جس نے پانچ فرض نمازیں ادا کرلیں تو وہ نہ پڑھنے والوں کو دیکھتا ہے۔ حالانکہ اسے ان کو دیکھنا چاہیے جو فرض نمازوں کے بعد تہجد، اشراق، چاشت بھی پڑھ رہا ہے۔ جو اللہ کے دین کے لیے اپنی جان و مال وقف کر رہا ہے۔ یعنی اپنی نیکی پر مطمئن نہیں ہوجانا چاہیے بلکہ مزید آگے بڑھنے کی جستجو کرنی چاہیے۔ دنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھنا بڑی مشکل بات لگتی ہے۔ دنیا میں کروڑوں لوگ ہیں جن کو دو وقت کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں ملتی، کروڑوں ہیں جن کو صاف پانی نہیں ملتا، کروڑوں ہیں جن کے پاس چھت دستیاب نہیں ہے۔ ان کروڑوں سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے بہتر رکھا۔ ایک نوجوان کسی بزرگ کے سامنے بڑے شکوے کر رہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ بیٹا میں تجھے دس لاکھ روپے دیتا ہوں مجھے اپنا الٹا ہاتھ کاٹ کے دے دو۔ کہتا ہے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اچھا پچیس لاکھ لے لو اور سیدھا ہاتھ کاٹ کر دے دو۔ کہتا ہے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیوں؟ اس لیے کہ ہاتھ بہت بڑی نعمت ہے۔ ذرا غور تو کریں رب کی نعمتوں پر۔ انگوٹھا اگر نہ ہو تو کیا ہم اپنا بٹن لگا سکتے ہیں؟ اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٣﴾﴾ (الرحمٰن) ''تو تم دونوں (گروہ) اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں اور قدرتوں کا انکار کرو گے؟''

اگر حضور ﷺ کے اس فارمولا کو دل میں نقش کریں تو زندگی ٹینشن فری ہو جائے، بہت سی بری صفات سے ہم بچ جائیں۔ اتنا پیارا سادہ اصول اللہ کے رسول ﷺ نے عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❀❀❀

ضرورت رشتہ

☆ دینی فیملی کو اپنے حافظ قرآن بیٹے، عمر 38 سال، میکینکل انجینئر (UET) جاب سعودی عرب، کو عقد ثانی (پہلی بیوی سے بوجہ علیحدگی) کے لیے دینی مزاج کی حامل ڈاکٹر یا اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0301-9731796
0343-0846054

☆ رفیقہ تنظیم کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم بی ایس بائیوٹیکنالوجی، شرعی پردہ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0324-6907141

قولِ زریں

ساری بات نیت کی ہوتی ہے

''جب اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو رزق بند نہیں کرتا بلکہ سجدے کی توفیق واپس لے لیتا ہے۔ فرض نمازیں بھی ادا نہیں ہوتیں۔ اور جب راضی ہو کر عطا کرنے پر آتا ہے تو آدھی راتوں کو جگا کر اپنے حضور کھڑا بھی کرتا ہے۔ سجدے کی توفیق بھی دیتا ہے۔ رو رو کر توبہ بھی کرواتا ہے، توبہ قبول بھی کرتا ہے اور جو مانگا جائے وہ عطا بھی کرتا ہے۔''

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha1@yahoo.com

21

حضورِ حق ـ 8 ـ (II)

مریدے فاقہ مستے گفت با شیخ
کہ یزداں را ز حالِ ما خبر نیست
بہ ما نزدیک تر از شہ رگِ ماست
ولیکن از شکم نزدیک تر نیست!

ترجمہ و تشریح دنیا میں مقتدر طبقات میں ہمیشہ سے حکمران، علماء اور صوفیاء رہے ہیں جیسے بعض حکمران اچھے گزرے ہیں۔ اسی طرح علماءِ حق اور صوفیاء باصفا بھی گزرے ہیں (مگر یہ کڑوا سچ ہے کہ آج کل حکمرانوں (سیاستدانوں)، علماء اور صوفیاء (پیر) میں غالب اکثریت دنیا پرست اور حکمرانوں کے خوشامدی لوگ ہیں۔ جو لوگ آج سیاستدانوں، علماء اور صوفیاء میں حلال کھا کر اور سادہ زندگی گزار کر دوسروں کی بھلائی کے لیے اپنا وقت، پیسے اور صلاحیتیں لگا دیتے ہیں وہ مبارک باد کے قابل ہیں مگر ایسے لوگ آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ ایک باحیثیت صوفی و پیر سے اس کے فاقہ مست اور مفلوک الحال مرید باصفا نے بڑی حکیمانہ بات کی ہے جس کا وہ سجادہ نشین پیر صاحب کوئی جواب نہیں دے پائے۔ کہتے ہیں کہ اللہ کو بندوں کے تمام حالات و واقعات کا علم ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو دلوں کے بھید اور راز بھی جانتا ہے۔ قرآن مجید کی یہ بات میں نے سنی ہے اور مانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کی (اور میری بھی) شہ رگ سے زیادہ قریب ہے ★۔ یہ ایک علمی حقیقت ہو سکتی ہے مگر مجھے خیال آتا ہے کہ میرا رب میرے شکم کے قریب نہیں ہے (بلکہ دور ہے) کہ میرے بھوک اور فاقوں کا وہ مداوا نہیں کرتا۔ علامہ اقبال کے نزدیک آج کے آسودہ حال طبقات کی مذہبی سوچ اور عوام کی مذہبی سوچ کا تفاوت ناقابلِ بیان ہے۔ اس آسودہ حالی میں اشرافیہ میں علماء کا ایک حکومت پرست طبقہ اور گدی نشیں سیاست دان شامل ہیں جو مفلوک الحال مریدوں کو صبر، قناعت، سادگی اور فقر کی مثالیں دیتے ہیں اور ان کی غربت کے باوجود ان سے نذرانے وصول کرتے ہیں جبکہ خود ان کے لیے عیاشی کے اَن گنت مواقع اور ہر قسم کا ممکنہ سامان میسر ہے۔ ان کی اولادیں سلور نہیں گولڈن سپون کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور تمام تر نااہلی کے باوجود پیر کا بیٹا پیر اور سیاستدان کا بیٹا سیاست دان، ایم این اے اور ایم پی اے ہی ہوتا ہے جبکہ مرید باصفا پشت در پشت کنگال مرید ہی رہتا ہے۔

ایسے رہنماؤں کی گفتگوئیں، تقریریں اور قرآن و حدیث کے حوالہ جات سب اپنے مفادات کے گرد گھومتے ہیں اور یہی تین طبقات ہمیشہ سے عوام کو لوٹتے چلے آ رہے ہیں۔ افسوس کہ اسلام میں بھی یہ کینسر (CANCER) ایک صدی کے اندر ہی آ گیا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ کا شعر ہے

وَھَلْ اَفْسَدَ الدِّیْنَ اِلَّا الْمُلُوْکُ ۔۔۔ وَ اَحْبَارُ سَوْءٍ وَ رُھْبَانُھَا

اور اسی کی حد درجہ ترجمانی کی ہے علامہ اقبال نے اور یہ انہیں کا استحقاق ہے

باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری ۔۔۔ اے کشتۂ سلطانی و ملائی و پیری

کلامِ اقبال اردو میں اس موضوع پر کافی اشعار ہیں' باغی مرید' کے نام سے ایک نظم میں فرماتے ہیں ۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی ۔۔۔ گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

یہ 1933ء کی بات ہے جب بجلی بہت کم علاقوں میں تھی اور ایک دور دراز علاقے میں ایک مذہبی دینی پیشوا کے محل میں بڑا جنریٹر نصب تھا۔ علامہ اقبال ہی نے دوسرے عنوان سے فرمایا ہے: ع مانگنے والا گدا ہے صدقہ مانگے یا خراج

حضورِ حق ـ 9 ـ (I)

دگر گوں کشورِ ہندوستان است
دگر گوں آں زمین و آسمان است
مجو از ما نمازِ پنج گانہ
غلاماں را صف آرائی گران است

ترجمہ و تشریح اے اللہ! یہ عاجز کشورِ ہند سے حاضر ہے، لبیک میری زبان پر ہے، جو کچھ خلافت عثمانیہ پر بیتی ہے وہ اپنی جگہ مگر وہ کشورِ ہند، جو مسلمان کے عہد میں سونے کی چڑیا اور ساری دنیا کے لیے 'غلہ گھر' کہلاتا تھا آج منحوس برطانوی استعمار میں معیشت، معاشرت، اخلاق اور سماج ہر لحاظ سے تلپٹ (دگرگوں) ہے مسلمانوں کے لیے معاملات باقی قوموں اور جمعیتوں سے زیادہ خراب اور تباہ کن ہیں، اس لیے کہ مغربی صہیونی استعمار کو لگتا ہے کہ مسلمانوں، قرآن اور پیغمبر اسلام ﷺ سے خوار ہے اور وہ جنگ خندق میں بنی قریظہ کی صریح بدعہدی کے بعد تورات کے فیصلے پر ناراض ہے اور آج موقع ملا ہے تو مشرق و مغرب میں مسلمانوں سے بدلہ لے رہا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ و بلادِ حجاز و یمن کے مسلمانوں پر کیا قیامت بیت رہی ہے میرے حجاز جانے سے ہی میرے علم میں آئے گی مگر جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی بدقسمتی و بدنصیبی اور کسمپرسی کا میں عینی گواہ اور زخم خوردہ ہوں لہٰذا 'آپ بیتی' کہیے کہ وہاں اسلام اور مسلمانوں پر برا حال ہے۔ بقول حالی مرحوم ۔ وہ دین جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے

پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے

کا نقشہ پیش کر رہا ہے اور گزشتہ تین صدیوں سے زبوں حالی کا شکار ہے (جاری ہے)

★ ﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ﴾ (ق :16)

امریکہ افغانستان میں شکست کے باوجود 11 ستمبر کو فتح کے دن کے طور پر یادگار بنانا چاہتا ہے اسی لیے 11 ستمبر 2021ء انخلاء کی تاریخ دی ہے: ایوب بیگ مرزا

انخلاء کی نئی تاریخ کے پس پردہ مقاصد کچھ اور ہیں کیونکہ امریکہ، اسرائیل اور انڈیا کے مفادات اس علاقے میں اتنے زیادہ ہیں کہ امریکہ کا افغانستان سے انخلاء بظاہر ابھی ممکن دکھائی نہیں دیتا: رضاء الحق

افغانستان میں امریکہ کی گریٹ گیم؟ کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: امریکی انتظامیہ نے افغان امن معاہدہ سے انحراف کے بعد انخلاء کی نئی تاریخ 11 ستمبر دی ہے۔ کیا یہ اتفاق ہے یا دنیا کے لیے کوئی پیغام ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ہم مانتے ہیں کہ عسکری اور معاشی لحاظ سے امریکہ دنیا کی بڑی قوت ہے لیکن اس کو اللہ نے دنیا کے سب سے زیادہ پسماندہ، غریب اور کمزور ملک سے پٹوایا ہے۔ اندازہ کیجیے کہ ایک امیر آدمی کسی غریب آدمی سے بے عزت ہو جائے تو اس کے لیے بہت بڑا مسئلہ بن جاتا ہے۔ یہاں دنیا کا طاقتور ترین اور امیر ترین ملک اپنے 39 ممالک کے اتحاد (نیٹو) کے ساتھ ایک پسماندہ ترین اور نہتی قوم سے 21 سال سے لڑ رہا ہے لیکن وہ کامیاب نہیں ہو رہا۔ لہٰذا اب وہ کیا کہے گا کہ میں ہار گیا ہوں؟ میں اب سپریم پاور نہیں رہا؟ مجھے بڑی بری طرح شکست ہوئی ہے؟ نہیں بلکہ وہ اپنے آپ کو تسلی دے گا اور اپنے اتحادیوں کو بتائے گا کہ میں اتنی بری طرح زوال پذیر نہیں ہوں، میرا اتنا برا حال نہیں ہوا جتنا آپ کو تاثر جا رہا ہے۔ 11 ستمبر کو نائن الیون کا واقعہ ہوا تھا۔ اب اس نے انخلاء کے لیے بھی 11 ستمبر کی تاریخ طے کی ہے۔ یہ تاریخ طے کر کے امریکہ یہ تاثر دینا چاہ رہا ہے کہ ہم نے اتنی زبردست کامیابی حاصل کی ہے کہ اسی دن کو اب اپنی فتح کا دن منائیں گے۔ اُردو کا ایک محاورہ ہے: کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ یعنی وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ ہمیں فتح ہوئی ہے۔ کیونکہ اس وقت بھی مغرب میں لوگوں کا یہی خیال ہے کہ نائن الیون کے مقاصد حاصل ہو گئے۔ القاعدہ کے سربراہ کو ہم نے مار دیا۔ حالانکہ وہ بھی ایک جھوٹ پر مبنی ڈراما تھا۔ امریکہ اور یورپ کے ترقی یافتہ ممالک کی ایک خوبی یہ ہے کہ ان کی سول حکومتیں اور عسکری ادارے ملکی مفاد میں ایک ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر نائن الیون کے واقعہ سے قبل پینٹاگون اور وائٹ ہاؤس میں ایک اختلاف تھا۔ وائٹ ہاؤس چاہتا تھا کہ ہم نے نائن الیون کے بعد جو کام لینا ہے وہ نواز شریف سے لے لیں گے لیکن پینٹاگون کی نظر پرویز مشرف پر تھی۔ بالآخر وائٹ ہاؤس کو پینٹاگون سے اتفاق کرنا پڑا اور مشرف کو حکومت میں لایا گیا۔ آپ کو یاد ہوگا کلنٹن نے مشرف سے ہاتھ نہیں ملایا تھا لیکن جونہی نائن الیون کا واقعہ ہو گیا تو پینٹاگون اور وائٹ ہاؤس ایک ہو گئے۔ یعنی یہ ان کی صفت ہے کہ وہ کم از کم قومی مفاد کی خاطر ایک ہو جاتے ہیں اور اپنے ذاتی اور سیاسی مفاد کو فوراً قربان کر دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے اندر نقص یہ ہے کہ اگر سول حکومت کوئی قدم اٹھائے تو اسٹیبلشمنٹ اسے قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتی یا اسٹیبلشمنٹ اگر کوئی قدم اٹھائے تو سول حکومت نہیں مانتی۔ بہرحال نائن الیون سے قبل ہی سارا ایجنڈا تیار تھا جس پر نائن الیون کے بعد عمل ہوا اور اب وہ اسی دن کو فتح کے دن کے طور پر منانا چاہتے ہیں اور وائٹ ہاؤس بھی اس کی تائید کر رہا ہے۔ یہ تاریخ ایک تو انہوں نے اپنے آپ کو خوش کرنے کے لیے اور دوسرا اپنے اتحادیوں کو مطمئن کرنے کے لیے طے کی ہے۔

سوال: امریکہ دعویٰ کر رہا ہے کہ اس نے فوجی انخلاء شروع کر دیا ہے۔ یہ بات کس حد تک حقیقت پر مبنی ہے؟

رضاء الحق: یہ امریکہ کے دعوے ہیں اور اس کے دعوے ایک سے زیادہ ہوتے ہیں۔ ٹرمپ کے ساتھ جو دوحہ معاہدہ ہوا تھا اس کے مطابق یکم مئی کو تمام امریکی فوجی دستوں نے افغانستان سے مکمل انخلاء کرنا تھا لیکن جو بائیڈن نے آتے ہی پینترا بدلا اور 11 ستمبر کی تاریخ دے دی۔ پینٹاگون جو ٹرمپ کے معاہدے سے خوش نہیں تھا اور اس میں روڑے اٹکانے کی کوشش کی تھی اب اس کی طرف سے جو خبریں آ رہی ہیں وہ وائٹ ہاؤس سے مختلف ہیں۔ اس وقت پینٹاگون کی طرف سے 13 فیصد دستوں کے انخلاء کی بات ہو رہی ہے۔ کچھ عالمی میڈیا میں 20 فیصد کی بات ہو رہی ہے، کہیں 15 فیصد کی بات ہو رہی ہے۔ یہ متضاد خبریں ظاہر کرتی ہیں کہ امریکہ کے اس وعدے پر بھی کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ ان کا ٹریک ریکارڈ بھی یہی بتاتا ہے کہ وہ ہمیشہ جھوٹ پھیلاتے ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں۔ جیسا نائن الیون کے واقعہ کی حقیقت کچھ اور تھی لیکن جھوٹ کچھ پھیلایا گیا۔ اسی طرح ویت نام کی جنگ بھی انہوں نے جھوٹ کی بنیاد پر شروع کی۔ پھر جب وہاں شکست ہوئی تو سارا غصہ کمبوڈیا پر نکال کر دنیا کو فتح کا تاثر دیا۔ مذاکرات کرنے کے بعد وہاں سے بھاگے بھی لیکن درمیان کے عرصے میں انہوں نے کس طرح پروپیگنڈا کے ذریعے دنیا کو تاثر کچھ اور دیا۔ عراق کی جنگ تو جھوٹ کا بہت بڑا پلندہ تھا۔ یعنی ان کا وزیر خارجہ اقوام متحدہ میں آ کر جھوٹ بول رہا ہو پھر ایک دوسرا ملک برطانیہ باقاعدہ اس جھوٹ کا اعتراف کر دے تو اس کے بعد بھی ان پر اعتبار کس لحاظ سے کیا جائے گا۔ ساری جنگ جھوٹ کی بنیاد پر لڑیں، لاکھوں افراد کو تہ تیغ کر دیں، پورا ملک تباہ و برباد کر دیں اور بعد میں سوری کہہ دیں۔ اسی طرح 11 ستمبر کی جو تاریخ امریکہ نے دی ہے یہ بھی انہی جھوٹوں میں سے ایک ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افغان طالبان نے اس پر کوئی تبصرہ کرنا بھی گوارا نہیں کیا۔ البتہ وہ یہ ضرور کہتے ہیں کہ امریکہ جتنا

جلدی ہوسکے افغانستان سے نکل جائے۔طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے یہ بات کی ہے۔ابھی تک کتنے دستے واپس چلے گئے ہیں یہ معلوم کرنا ممکن نہیں ہے لیکن جولوگ افغانستان میں موجود ہیں ان کو ہمیں سامنے رکھنا ہو گا۔اشرف غنی کی کٹھ پتلی حکومت اور انڈیا نہیں چاہتے کہ وہاں سے امریکہ کی افواج نکل جائیں۔پھر افغانستان میں امریکہ کی ریگولر آرمی ہی نہیں بلکہ کرائے کی فوجیں بھی ہیں،کرائے کے قاتل بھی ہیں یعنی بلیک واٹر، داعش وغیرہ۔ پینٹا گون کی اپنی رپورٹ کے مطابق اس وقت تقریباً اٹھارہ ہزار پرائیویٹ ملٹری کنٹریکٹرز افغانستان میں موجود ہیں۔امریکہ سے ہی وہ کمپنیز آتی ہیں۔ان میں کچھ امریکی ہوتے ہیں اور کچھ مقامی لوگوں کو بھرتی کیا جاتا ہے۔ امریکی حکومت کے مرکزی لوگ ان کمپنیز کو فنڈنگ کرتے ہیں اور یہ کمپنیز ان کے لیے لابنگ بھی کرتی ہیں۔حتیٰ کہ صدارتی الیکشن میں بھی مدد کرتی ہیں۔ریتھیان ایک بہت مشہور کمپنی ہے جو سیاست میں بھی مدد کرتی ہے اور پھر دوسری طرف ملٹری سائیڈ پر بھی انوالو ہوتی ہے۔بش سے لے کر آج تک کی انتظامیہ کے ساتھ اس کے بڑے قریبی تعلقات رہے ہیں۔ریتھیان کے لوگ بھی افغانستان میں موجود ہیں۔ پھر داعش کو بھی خود امریکہ افغانستان میں لے کر آیا جو افغان طالبان کے خلاف حملے بھی کرتی ہے اور فساد بھی پھیلا رہی ہے۔اس وقت افغانستان کی صورت حال یہ ہے کہ وہاں کابل کے قریب جنگ چل رہی ہے۔سوال یہ ہے کہ کیا امریکہ حقیقت میں اپنے فوجی دستے اور دیگر مددگاروں کو بھی واپس لے کر جائے گا؟اور افغان حکومت اور انڈیا اور امریکہ کے اتحادی ممالک اس کو قبول کریں گے؟ ابھی اس کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جاسکتی۔

سوال: نائن الیون کا ڈراما رچا کر امریکہ جو اہداف حاصل کرنا چاہتا تھا کیا وہ حاصل کر چکا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: پہلے ہمیں دیکھنا ہوگا کہ وہ اہداف کون سے تھے جن کے لیے امریکہ یہاں آیا تھا۔ چونکہ افغانستان میں ایک اسلامی حکومت قائم ہوگئی تھی اور امریکہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اگر اس حکومت نے ڈلیور کیا اور اسلامی نظام کے ثمرات دنیا کے سامنے آگئے تو دوسرے اسلامی ممالک بالخصوص ہمسائے اسلامی ممالک بھی متاثر ہوں گے جس سے عالمی سطح پر اس کی پوزیشن خراب ہوگی۔ لہٰذا اس اسلامی حکومت کو ختم کرنا امریکہ کا پہلا ہدف تھا۔ دوسرا مقصد وسطی ایشیا کے ممالک پر نگاہ رکھنا تھا۔ کیونکہ خلیج اور عرب کا تیل وقت کے ساتھ ختم ہو رہا تھا اور اب وسطی ایشیا کے زیرزمین جو معدنیات اور وسائل تھے ان پر قبضہ کرنے کی نیت تھی۔افغانستان سے یہ کام آسانی سے ہوسکتا تھا۔ تیسرا مقصد وہ تھا جس کو جنرل حمید گل مرحوم نے بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا کہ نائن الیون بہانہ،افغانستان ٹھکانہ اور پاکستان نشانہ۔یہ بات بالکل درست تھی کیونکہ ایٹمی پاکستان کسی کو ہضم نہیں ہوتا۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے بھی ایٹمی تجربات کیے لیکن ان کے ایٹمی بمز کو عیسائی بم نہیں کہا گیا۔ بھارت نے بھی ایٹمی تجربہ کیا،اس کے ایٹم بم کو ہندو بم نہیں کہا گیا۔پاکستان نے جب ایٹم بم بنایا تو اسے اسلامی بم کہا گیا۔ یہاں سے ان کا تعصب اور جانبداری دیکھی جاسکتی ہے۔اگر یہ ہوتا کہ پاکستان ایک خالصتاً اسلامی ریاست ہوتا جس میں ہر کام قرآن وسنت کے مطابق ہو رہا ہوتا تو پھر بھی اس تعصب کی سمجھ آسکتی تھی۔

> اگر افغانستان میں جنگ کے شعلے بھڑکتے ہیں تو سب سے پہلے پاکستان اس کی لپیٹ میں آئے گا۔جبکہ امریکہ، اسرائیل اور انڈیا یہی چاہتے ہیں کہ جنگ شروع ہو۔

لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ عملی طور پر ہم بھی سیکولر تھے اور ہیں۔لیکن اس کے باوجود ان کو پاکستان کے ایٹمی ہتھیار بالکل برداشت نہیں ہوئے۔ پھر بھارت کی امریکہ کے ساتھ محبت اپنے عروج پر تھی اور چین کا گھیراؤ کرنے کے لیے یہاں اس کی موجودگی ضروری تھی۔ ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ہم جب تک یہاں رہیں گے چین یہاں نہیں آسکے گا۔یہ بہت سے اہداف تھے جن کے لیے امریکہ یہاں آیا۔ اب اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے پہلے ہدف میں امریکہ کامیاب ہوگیا کہ اس نے اسلامی حکومت کا افغانستان سے خاتمہ کر دیا۔لیکن اس کے باوجود وہ افغانستان پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے میں ناکام رہا۔اس کے علاوہ اس کا بہت بڑا پلان یہ بھی تھا کہ جس طرح شام اور عراق کو اس نے تباہ کیا ہے اسی طرح وہ پاکستان کو بھی تباہ کرنا چاہتا تھا۔ ٹی ٹی پی کو بنانے کا کیا مقصد تھا؟ ظاہر ہے پاکستان کو شام بنانا مقصود تھا۔امریکہ جہاں بھی جاتا ہے ساتھ والے ملک کو تباہ وبرباد کر دیتا ہے۔جیسے ویت نام میں گیا تو کمبوڈیا کی ایسی تیسی کر دی۔لیکن چونکہ پاکستان ایک ایٹمی قوت تھا اس لیے اگر وہ پاکستان پر اسی طرح حملہ کرتا جس طرح اس نے کمبوڈیا پر کیا تھا تو جواب میں پاکستان بھی اس کی افواج پر افغانستان میں حملہ کر سکتا تھا۔لہٰذا پاکستان پر حملہ تو نہ کیا گیا لیکن پاکستان کو شام بنانے کی کوشش کی گئی۔اللہ کی توفیق سے ہماری فوج نے اس کوشش کو بھی ناکام بنا دیا اور پاکستان شام نہ بن سکا۔یہ ہدف بھی اس نے کھویا۔اب وہ فتح کے جشن جتنے مرضی منا لے لیکن حقیقت میں اس کی ساکھ بہت بری طرح متاثر ہوئی ہے۔دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ ایک چھوٹی سی قوم پر مکمل کنٹرول حاصل نہیں کر سکتا۔

سوال: پاکستان نے امریکہ کو اپنے اڈے دے دیے ہیں۔اس خبر میں کتنی صداقت ہے؟

ایوب بیگ مرزا: سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص اس خبر کو جھوٹا اور مزاحیہ قرار دے گا۔ایک وقت تھا جب ہم نے اپنے اڈے دیے تھے۔کوئی بھی بڑا ملک جب اس طرح کی خبر دیتا ہے تو چھوٹا ملک بہت ہلکے الفاظ میں اس کی تردید کرتا ہے۔لیکن موجودہ خبر کی پاکستان کی وزارت خارجہ نے ان الفاظ میں تردید کی ہے: Categorically rejected. No such purpose is under consideration. It is baseless. It is irresponsible. یہ وہ الفاظ ہیں جو ہم امریکہ کو کہہ رہے ہیں۔اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس خبر میں کتنی صداقت ہوگی۔ پینٹا گون کا اس خبر کو جاری کرنا کا سوائے انتشار کے اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ امریکہ کا ہمیشہ یہ طرز عمل رہا ہے کہ جہاں کامیابی حاصل نہ ہوسکے وہاں انتشار پھیلا دو۔ اس وقت دنیا واضح طور پر بائی پولر ہو چکی ہے جو پہلے یونی پولر تھی۔یعنی ایک طرف امریکہ، اسرائیل، انڈیا، اسٹریلیا اور جاپان وغیرہ ہیں جبکہ دوسری طرف چین، روس، پاکستان، ایران اور ترکی ہیں۔یہ گروپ بندی بالکل واضح ہو چکی ہے۔اس کے بعد بھی کیا پاکستان اپنے اڈے مخالف گروپ کو دے گا؟ سوچنے کی بات ہے۔کچھ ماہ پہلے وزیراعظم عمران خان نے ایک بیان دیا تھا کہ اب ہمارا مستقبل مکمل طور پر چین سے وابستہ ہے۔اگرچہ یہ بات غلط تھی کیونکہ آپ خود اپنے آپ کو دوسرے کی گود میں دے رہے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ عملی طور پر ایسا ہے لیکن یہ کہنا سفارتی کم عقلی ہے۔لیکن وزیراعظم کے اس بیان سے یہ بالکل واضح ہو چکا کہ پاکستان امریکہ کے دشمن گروپ میں جا چکا ہے۔اس کے بعد امریکہ کو اڈے دینے کی کیا تک بنتی ہے؟ ایک اور بات بتا دوں۔امریکہ اسرائیل کا مائی باپ ہے اور اسرائیل امریکہ کا مائی باپ ہے۔ جب یہ صورت حال ہو تو جس ملک نے امریکہ کو اڈے دینے ہوں وہ تو پہلے اسرائیل کی چاپلوسی کرے گا،اس کے پاؤں دبائے گا۔لیکن ہمارے وزیرخارجہ نے سی این این

کو ایسا انٹرویو دیا ہے کہ اسرائیل چیخ اٹھا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کھلے عام امریکہ کے سامنے ڈٹ گئے ہیں۔

سوال: شاہ محمود قریشی نے بیان دیا ہے کہ عمران خان کے ہوتے ہوئے فضائی و زمینی اڈے نہیں دیں گے اور نہ ہی کوئی ڈرون حملہ ہوگا۔اس پر کیا کہیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: پہلے ڈرون حملے حکومت پاکستان کی مرضی سے ہوتے تھے اور اسی طرح اڈے بھی پاکستانی حکومت کی مرضی سے دیے گئے تھے لیکن اگر جنگ ہو جائے اور کوئی ملک حملہ کر دے تو وہ تو مرضی سے نہیں ہوتا۔کشمیر میں انڈیا کے ساتھ ہماری جھڑپیں ہوتی ہیں وہ ہماری مرضی سے ہوتی ہیں؟

سوال: ان حالات میں افغانستان کا مستقبل کیا دکھائی دیتا ہے؟

رضاء الحق: مستقبل قریب میں افغانستان میں امن بظاہر دکھائی نہیں دیتا کیونکہ وہاں پر امریکہ ، انڈیا اور کٹھ پتلی افغان حکومت کے مفادات ابھی تک مکمل نہیں ہوئے اس کے لیے ان کو وہاں انتشار ہی چاہیے۔اگر امریکہ وہاں سے نکل جاتا ہے، امن قائم ہو جاتا ہے تو وہاں اشرف غنی کی حکومت کی کون حفاظت کرے گا؟ اس کو طالبان ایک ہفتے میں ختم کر دیں گے۔لہٰذا کٹھ پتلی حکومت اور اس کے پشتی بان کبھی نہیں چاہیں گے کہ امریکہ افغانستان سے چلا جائے۔انڈیا کبھی بھی افغان طالبان کے حق میں نہیں ہوگا کیونکہ اُن کے ذریعے انڈیا اپنے مفادات حاصل نہیں کر سکتا جس طرح وہ موجودہ کٹھ پتلی حکومت سے حاصل کرتا ہے کہ وہاں سے پاکستان پر حملے وغیرہ کرواتے ہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ اگر واضح طور پر دیکھا جائے تو امریکہ کو سو فیصد شکست نہیں ہوئی بلکہ کچھ مقاصد میں وہ کامیاب ہوا ہے۔مثلاً اس کا کم از کم مقصد اگر یہ ہو کہ یہاں امن نہ رہے تو اس میں وہ کامیاب جا رہا ہے۔لہٰذا بظاہر ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ امریکہ فوری طور پر کہیں نہیں جانے والا کیونکہ اس کے افغانستان میں اثاثے موجود ہیں۔پھر اس کے اس خطے سے مفادات بھی وابستہ ہیں۔بالخصوص چین کا گھیراؤ جس کے لیے وہ انڈیا کو استعمال کرنا چاہ رہا ہے۔انڈیا کو استعمال کرنے کے دو مقاصد تھے۔ایک یہ کہ انڈو پیسفک کمانڈ میں انڈیا ایک فعال اور مرکزی کردار ادا کرے اور دوسرا پاکستان اور افغانستان پر نظر رکھے۔لیکن دونوں صورتوں میں انڈیا نے اس کی توقعات کے مطابق کام نہیں کیا۔لہٰذا اس لحاظ سے بھی امریکہ یہاں اپنی موجودگی ضروری سمجھتا ہے۔کیونکہ اس کی ناک کے نیچے چین گزشتہ 20 سالوں میں جتنی بڑی طاقت بن گیا ہے امریکہ نے یہ سوچا بھی نہ ہوگا۔وہ اب امریکہ کے لیے بڑا چیلنج بن گیا ہے جس کی وجہ سے امریکہ یہاں سے نہیں جائے گا۔لہٰذا مستقبل قریب میں افغانستان میں امن ہوتا دکھائی نہیں دیتا لیکن ہماری دعا ہے کہ طالبان نے جس طرح پہلے کامیابیاں حاصل کی تھیں آئندہ بھی اللہ تعالیٰ ان کو کامیابیاں عطا کرے۔

سوال: افغانستان کے مسئلہ پر اگر جنگ کے شعلے بھڑکتے ہیں تو کون کون سے ممالک اس میں کود سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: سو سال پہلے علامہ اقبال نے اس سوال کا جواب دے دیا تھا کہ ؎

آسیا یک پیکرِ آب و گِل است
ملتِ افغان در آن پیکر دل است
از فسادِ او فسادِ آسیا
از کشادِ او کشادِ آسیا

یعنی ایشیا مٹی اور پانی کا بنا ہوا ایک جسم ہے اس میں افغانستان کی حیثیت دل کی ہے۔اگر دل میں خرابی پیدا ہو جائے تو پھر انسان کا زندہ رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔اگر افغانستان میں فساد پیدا ہوگا تو یہ پورے علاقے میں پھیلے گا۔لیکن سب سے زیادہ اور سب سے پہلے پاکستان متاثر ہوگا۔اگر افغانستان میں جنگ کے شعلے بڑھکتے ہیں تو سب سے پہلے پاکستان اس کی لپیٹ میں آئے گا۔چاہے اس کی مرضی ہو یا نہ ہو۔ایران کس حد تک اس جنگ کی لپیٹ میں آئے گا ابھی کچھ کہنا مشکل ہے۔لیکن وسطی ایشیا کے ممالک تک یہ جنگ پھیلے گی۔اس وقت امریکہ اور اسرائیل دو جگہوں پر آگ لگا چکے ہیں۔افغانستان میں امریکہ نے آگ لگائی ہوئی ہے اور اسرائیل نے فلسطین میں لگائی ہے۔عین ممکن ہے کہ کسی وقت یہ دونوں شعلے آپس میں مل جائیں اور پھر سب کچھ بھسم ہو جائے۔

سوال: لیکن عرب ریاستیں تو اسرائیل کے ساتھ صلح کے معاہدے کر رہی ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا۔امریکہ افغانستان کو فتح کرنے آیا تھا کیا اس کو کامیابی ملی؟ اسی طرح ایک سوچ عرب حکمرانوں کی ہے اور ایک اللہ کا حکم ہے اور آخر میں اللہ کا حکم ہی غالب آنے والا ہے۔پہلے عرب ریاستیں بہت تیزی سے اسرائیل کی طرف بڑھ رہی تھیں لیکن اب کچھ تھوڑی سی رکی ہیں۔اگرچہ مستقل طور پر رکتی نظر نہیں آ رہی ہیں۔بہر حال یہ آگ بھڑکے گی اور اس میں بہت سے ایشیائی ملک ملوث ہوں گے اور عین ممکن ہے کہ وسطی ایشیا بھی ملوث ہو جائے۔

سوال: امریکہ کن ممالک میں جنگوں کے ذریعے اپنی گریٹ گیم کی تکمیل چاہتا ہے؟

رضاء الحق: دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ سپر پاور بن کر سامنے آیا۔اس کے بعد وہ مختلف ممالک میں جنگیں ہی کرتا رہا ہے۔

تقریباً 1996ء میں ایک امریکی تھنک ٹینک جس کے بہت سارے لوگ بش انتظامیہ میں بھی شامل تھے نے ایک نیا پروجیکٹ ''نیو امریکن سنچری پلان'' کے نام سے لانچ کیا۔یعنی اگلی صدی میں امریکہ سپریم پاور آف دی ورلڈ کی حیثیت کس طرح برقرار رکھے۔اس کے لیے انہوں نے پوری پلاننگ کی اور نائن الیون کا ڈراما رچا کر ایک ماحول پیدا کیا۔اس سے فائدہ اُٹھا کر اس نے دنیا میں جنگوں کے ذریعے اپنی دہشت قائم کرنے کی کوشش کی۔پھر 16-2015ء میں ہیلری کلنٹن نے ''پیوٹ آف ایشیا'' کی پالیسی پیش کی کہ ہمارا آئندہ سارا فوکس ایشیا کے اوپر ہوگا کیونکہ سب سے زیادہ خطرہ وہیں سے ہے۔اس میں اسرائیل کی حفاظت ، چین کا گھیراؤ اور پاکستان ، ایران اور روس جیسے ممالک پر نظر رکھنا شامل تھا۔یہ ساری پلاننگ اگلی صدی میں سپر پاور کی حیثیت سے داخل ہونے کے لیے تھی۔دوسرا تعلق اسرائیل کے ساتھ اس پلاننگ کا جڑتا ہے کیونکہ نیوکانز لابی امریکی پالیسیوں پر اثر انداز ہو کر اسرائیلی مفادات کو پورا کرتی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: اس گریٹ گیم میں امریکہ اور اسرائیل ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں۔اگرچہ امریکہ اسرائیل کے ساتھ مخلص ہے مگر اسرائیل امریکہ کے ساتھ مخلص ہرگز نہیں ہے۔امریکہ آج جو سیڑھیاں چڑھ رہا ہے آخر کار اسرائیل وہ سیڑھی کھینچ لے گا اور امریکہ دھڑام سے نیچے گرے گا۔یہی کچھ اسرائیل برطانیہ اور دیگر یورپی طاقتوں کے ساتھ کر چکا ہے۔وقت آنے پر امریکہ کو بھی گرا کر اسرائیل خود سپریم پاور بننے کی کوشش کرے گا۔یہی اس کا پلان ہے مگر ایک پلان اللہ کا بھی ہے۔ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا۔آخر میں حق کا غلبہ ہوگا اور باطل مٹ جائے گا۔ان شاء اللہ!

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

اسلام کا سماجی اور معاشرتی نظام (ii)

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

(گزشتہ پیوستہ)

''نظام'' ایک جدید اصطلاح

''اسلام کا نظامِ حیات'' یا ''نظامِ عدلِ اجتماعی'' یا ''نظامِ عدل وقسط'' کے ضمن میں ایک اور بات عرض کرتا چلوں کہ یہ ''نظام'' کا تصور ایک جدید تصور ہے۔ نظام کا لفظ قرآن اور حدیث دونوں میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ہمیں دیا ہے وہ اوامر ونواہی اور احکامِ شریعت ہیں اور استقلال، دوام اور اصل اہمیت ان احکام ہی کو حاصل ہے۔ ہم ان احکام کو جوڑ کر مربوط کر کے، ربط قائم کر کے اپنے فہم اور سمجھ کے مطابق ایک نظام پیش کرتے ہیں، مثلاً وہ احکام اور اوامر ونواہی جو معاشرتی زندگی سے متعلق ہیں انہیں ہم جمع کریں گے اور کہیں گے یہ اسلام کا معاشرتی نظام ہے، حالانکہ قرآن مجید میں اسلام کے معاشرتی نظام کا کوئی الگ باب (chapter) نہیں ہے اور حدیث کے مجموعوں میں بھی معاشرتی نظام کا علیحدہ باب موجود نہیں ہے۔ اسی طرح سے مالی امور سے متعلق احکام میں کچھ چیزیں حرام کی گئی ہیں، مثلاً سود، جوا وغیرہ، جبکہ کچھ چیزوں کی ترغیب دلائی گئی ہے، مثلاً انفاق فی سبیل اللہ، اور کچھ چیزیں فرض کی گئی ہیں، مثلاً زکوٰۃ۔ فقہاء ان احکام کی درجہ بندی کرتے ہیں کہ کیا واجب ہے، کیا مستحب ہے، کیا مسنون ہے، کیا مکروہ ہے اور پھر مکروہ کی مزید تقسیم کہ کیا مکروہِ تنزیہی ہے، کیا مکروہ تحریمی ہے اور کیا حرام مطلق ہے۔ اس درجہ بندی کے لیے بڑے گہرے فہم اور تفقہ فی الدین کی ضرورت ہے۔ درحقیقت دین میں اصل اہمیت انہی احکام کی ہے۔ ان احکام کی حیثیت گویا ان اینٹوں کی ہے جن کو جوڑ کر ہم دیوار بناتے ہیں۔ کوئی معمار اینٹوں کو کسی انداز میں رکھنا پسند کرتا ہے اور کسی کی ترتیب کوئی اور ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اسلام کا معاشرتی نظام، اسلام کا سیاسی نظام، اسلام کا معاشی نظام جو ہم ان اینٹوں کو جوڑ کر بنا رہے ہیں، تو ان میں جو ربط اور ترتیب قائم کی گئی ہے وہ ہمارے اپنے ذہن کی پیداوار ہے، اس لیے اس میں خطا کا امکان ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک اینٹ جو بنیاد کی تھی اسے ہم نے چوٹی پر لگا دیا ہو، کوئی شے جو اہم تر تھی ہم نے اسے کم اہم سمجھ لیا ہو اور کوئی چیز جو ثانوی درجے کی تھی اس کو اوّلیت دے دی ہو۔ اس لیے ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اصل شے دین کے احکام اور شریعت کے اوامر ونواہی ہیں، جن پر ہمارے اسلاف نے بڑی محنتیں کی ہیں، پوری پوری زندگیاں کھپائی ہیں اور پھر ان کو مرتب اور مدوّن کیا ہے۔ آج ہمارے علم میں ہے کہ وہ کون سی چیزیں ہیں جن پر سب متفق ہیں اور وہ کونسی چیزیں ہیں جن میں اختلاف ہے۔ اگر اختلاف ہے تو کس اصول اور کس بنیاد پر ہے، کن اصولِ فقہ سے یہ استنباط ہوا ہے اور یہ رائے وجود میں آئی ہے۔ یہ ہمارا بہت بڑا علمی ذخیرہ اور بہت بڑا علمی ورثہ ہے، اور اصل شے وہی ہے۔ باقی جو ہم ربط وترتیب کے نظم میں پرو کر ایک نظام وجود میں لاتے ہیں اس کے بارے میں ہمیشہ یہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ یہ ترتیب ہمارے ذہن کی تخلیق ہے، اس میں ہماری سوچ، ہماری ترجیحات، ہمارا ذوق وشوق اور ہمارا مزاج لازماً اثر انداز ہوا ہے۔ لہٰذا اس کے ربط وترتیب میں غلطی کا امکان ہے۔

معاشرتی نظام کی خصوصی اہمیت

ان تین (معاشرتی، معاشی اور سیاسی) نظاموں کی ترتیب کے حوالے سے میں ایک بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر ہم اجتماعیت کی تین منزلیں قرار دیں تو اس کی پہلی اور بنیادی منزل عائلی اور معاشرتی نظام ہے۔ یہ اتنا ہی قدیم ہے جتنا خود انسان قدیم ہے۔ یہ انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی وجود میں آ گیا تھا۔ قرآن حکیم میں رشتہ ازدواج کے متعلق فرمایا گیا: ﴿خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ (النساء:۱) ''پیدا کیا اسی میں سے اس کا جوڑا''۔ یہ جو مرد اور عورت کے حقوق وفرائض کے توازن کے حوالے سے میں نے مسئلہ بیان کیا وہ قدیم ترین مسئلہ ہے۔ آپ پولیٹیکل سائنس میں تمدنی اور عمرانی ارتقا کے متعلق پڑھتے ہیں، اسی طرح اس مسئلہ میں بھی ارتقا ہوتا چلا آ رہا ہے اور قرآن کے نزول کے بعد بھی اس کا ارتقائی عمل جاری رہا ہے۔ اس کے برعکس معاشی معاملات اور ذرائع پیداوار وغیرہ جیسے مسائل بہت بعد میں وجود میں آئے ہیں۔ صنعتی انقلاب تو قرآن مجید کے نزول کے ایک ہزار برس بعد آ رہا ہے۔ لہٰذا معاشی اور سیاسی نظاموں کے بارے میں قرآن مجید نے زیادہ تر صرف اصول دیے ہیں۔

میرے ذہن میں ان نظاموں کے حوالے سے ترتیب یہ ہے کہ قرآن حکیم نے عائلی اور سماجی نظام کے لیے تفصیلی احکام دیے ہیں، بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مکمل نظام دیا ہے۔ اس کو بھی اگر دو حصوں یعنی عائلی نظام اور معاشرتی نظام میں تقسیم کیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن نے عائلی نظام پر مکمل قانون دیا ہے۔ جتنی مفصل بحثیں قرآن میں اس موضوع کے عملی معاملات سے متعلق آئی ہیں، کسی اور موضوع سے متعلق نہیں آئیں۔ عائلی قوانین مثلاً طلاق، عدت، مہر، رضاعت، پھر طلاق کی مختلف شکلیں، یہ تمام معاملات قرآن میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ سورۃ البقرۃ میں تقریباً چار رکوع، پھر سورۃ النساء، سورۃ النور، سورۃ الاحزاب، سورۃ المجادلہ، سورۃ الممتحنہ اور سورۃ الطلاق میں عائلی ومعاشرتی قوانین سے متعلق اتنی طویل بحثیں اور تفصیلی احکامات آئے ہیں کہ زندگی کے کسی اور گوشے سے متعلق قرآن مجید میں آپ اتنی تفصیل نہیں پائیں گے۔ لہٰذا جہاں تک عائلی نظام ہے وہ تو مکمل تفصیلات کے ساتھ قرآن مجید میں موجود ہے۔ اسی طرح معاشرتی نظام کے ضمن میں بھی کافی تفصیلی احکام موجود ہیں۔ لیکن معاشی نظام کے متعلق قرآن میں زیادہ تر اصول بیان ہوئے ہیں جبکہ چند ایک احکام موجود ہیں، مثلاً سود کی حرمت، زکوٰۃ کی فرضیت، جوئے کی حرمت، لین دین کے معاملات وغیرہ۔ جہاں تک سیاسی نظام کا تعلق ہے اس ضمن میں تو میرے نزدیک قرآن میں حکم کوئی بھی نہیں آیا، کوئی ڈھانچہ سرے سے دیا ہی نہیں گیا، صرف اصول دیے گئے ہیں۔

تو یہ اہمیت ہے معاشرتی نظام کی۔ اس پر گفتگو کرتے ہوئے ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ

خشت اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج!

جب بنیادی منزل یہی ہے تو اس میں اگر ٹیڑھ آ جائے گا تو اوپر کی ساری تعمیر ٹیڑھی ہوگی۔ پھر یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ نظام قدیم ترین بھی ہے، یہ اجتماعیت کی کوئی نئی شکل نہیں۔ مرد اور عورت کا معاملہ جیسا پہلے تھا ویسا آج بھی ہے، اس میں کوئی نئی جہت (dimension) کا اضافہ نہیں ہوا۔

(جاری ہے)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس

فرید اللہ مروت

نام اور لقب

اسماء ؓ نام ہے اور لقب صاحبۃ الھجر تین (دو ہجرتوں والی) ہیں۔ آپؓ نے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی تھیں۔

سلسلۂ نسب

حضرت اسماء ؓ کی پیدائش مکہ میں ہوئی۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ خثعم سے تھا، ان کے والد کا نام عمیس بن سعد بن تمیم بن حارث تھا۔ اور والدہ ہند (خولہ) بنت عوف بن زہیر جو قبیلہ کنانہ سے متعلق تھیں۔ ام المؤمنین میمونہ بنت حارث، سلمٰی بنت عمیس اور زینب بنت خزیمہ ؓ آپؓ کی بہنیں تھیں۔

نکاح اوّل

حضرت اسماء ؓ کا نکاح یکے بعد دیگر تین ایسی عظیم المرتبت ہستیوں سے ہوا۔ جو قصرِ اسلام کے عظیم الشان ستون اور حضور ﷺ کو محبوب تھیں۔

آپؓ کا پہلا نکاح حضرت جعفر ؓ بن ابی طالب سے ہوا۔

اسلام

مکہ میں آنحضرت ﷺ کے خانہ ارقم میں مقیم ہونے سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ اس وقت صرف 30 لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ کم و بیش یہی زمانہ ان کے شوہر حضرت جعفر ؓ کے اسلام کا ہے۔

ہجرت

انہوں نے اپنے شوہر حضرت جعفر ؓ کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے صلب سے تین لڑکے محمد، عبداللہ، عون پیدا ہوئے۔

عام حالات

حبشہ میں چند سال قیام کرنے کے بعد 7ھ میں جب خیبر فتح ہوا تو آپ مدینہ منورہ آئیں۔ پھر حضرت حفصہ ؓ کے گھر گئیں۔ اتنے میں حضرت عمر ؓ بھی آ گئے۔ دریافت کیا یہ کون ہیں؟ جواب ملا اسماء ؓ، حضرت عمر ؓ نے کہا، ہاں وہ حبش والی، حضرت اسماء ؓ نے کہا جی ہاں وہی۔ پھر حضرت عمر ؓ نے حضرت اسماء ؓ سے کہا ہم کو تم پر فضیلت ہے، اس لیے کہ ہم مہاجر ہیں'' حضرت اسماء ؓ کو یہ فقرہ سن کر بہت غصہ آیا اور کہا۔ جی ہاں آپ سچ فرماتے ہیں۔ لیکن حال یہ ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ بھوکوں کو کھانا کھلاتے اور جاہلوں کو تعلیم دیتے تھے اور ہم کس مپرسی کے عالم میں دور دراز مقاموں میں اللہ اور رسول ﷺ کی رضا جوئی کے لیے پڑے رہے، اور سخت سے سخت مصائب کا مقابلہ صبر و استقلال سے کرتے رہے، آپ یہ فرما رہی تھیں کہ آنحضرت ﷺ بھی تشریف لے آئے اور حضرت اسماء ؓ نے آپؐ سے یہ سب ماجرہ بیان کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ ''انہوں (عمرؓ) نے ایک ہجرت کی اور تم نے دو ہجرتیں کیں۔ اس اعتبار سے تم کو زیادہ فضیلت ہے۔''

آنحضرت ﷺ کے اس مسرت خیز ارشاد پر حضرت اسماء ؓ اور دیگر مہاجرین کو بڑی مسرت ہوئی، حضرت اسماء ؓ کے پاس مہاجرین حبشہ آتے تھے اور اس واقعہ کی حقیقت دریافت کرتے تھے۔

جب جمادی الاوّل 8 ہجری غزوۂ موتہ کے اندر حضرت جعفر ؓ شہید ہوئے اور آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ حضرت اسماء ؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا: جعفر ؓ کے لڑکے کہاں ہیں۔ میرے پاس لاؤ۔ حضرت اسماء ؓ لڑکوں کو آپؐ کی خدمت میں لائیں، آپ اُن یتیم بچوں کو دیکھ کر غمگین و آبدیدہ ہوئے۔ حضرت اسماء ؓ آپؐ کے آبدیدہ ہونے سے پریشان ہوئیں اور دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا جعفر ؓ کی کوئی خبر آئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ حضرت اسماء ؓ اس جاں گداز سانحہ کی خبر سن کر رونے لگی۔ عورتیں اُن کے پاس جمع ہو گئیں اور اُن سے کہا آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں، نہ سینہ ہاتھ سے کوٹو اور نہ بین کرو۔''

آنحضرت ﷺ یہ ہدایت فرما کر گھر تشریف لے گئے، وہاں پہنچ کر حضرت فاطمہ ؓ سے فرمایا کہ حضرت جعفر ؓ کے بچوں کے لیے کھانا تیار کرو۔ کیونکہ آج اسماء ؓ رنج و غم میں مصروف ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ مسجد میں جا کر مغموم و محزون بیٹھے اور حضرت جعفر ؓ کی شہادت کا اعلان کیا۔

تیسرے دن رسول اللہ ﷺ حضرت اسماء ؓ کے گھر تشریف لائے اور آپ نے سوگ کی ممانعت فرمائی۔

عقدِ ثانی

حضرت جعفر ؓ کی شہادت کے چھ مہینے بعد شوال 8 ہجری غزوۂ حنین کے زمانہ میں حضور ﷺ نے حضرت اسماء ؓ کا دوسرا عقد حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے کرا کر نکاح پڑھا دیا۔

دو برس کے بعد ماہ ذیقعدہ 10ھ میں حضرت ابوبکر ؓ کے صلب سے محمد پیدا ہوئے۔ اس وقت حضرت اسماء ؓ حج کی غرض سے مکہ آئی ہوئی تھیں اور چونکہ اسی زمانہ میں مقام ذوالحلیفہ میں محمد کی ولادت ہوئی تو حضرت اسماء ؓ بے چین ہوئیں کہ اب میں حج کیونکر ادا کروں۔ اس لیے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ اب کیا کیا جائے، آپؐ نے فرمایا غسل کر کے احرام باندھ لو۔

8ھ میں حضرت اسماء ؓ کو پہلے خاوند کا جو صدمہ پہنچا تھا وہ اُن کے لیے قیامت سے کم نہ تھا لیکن اللہ کی رضا جوئی میں وہ اپنے اس غم کو صبر و شکر سے بدل چکی تھیں۔ حضرت ابوبکر ؓ کی وفات سے وہ پھر محزون و مغموم ہو گئیں اور اپنے دوسرے شوہر کا صدمہ وفات بھی انہیں برداشت کرنا پڑا۔ جب 13ھ میں اُن کے شوہر حضرت ابوبکر ؓ نے انتقال فرمایا تو انہوں نے وصیت کی کہ میری بیوی مجھے غسل دیں، چنانچہ حضرت اسماء ؓ نے اُن کو غسل دیا۔

عقدِ ثالث

حضرت ابوبکر ؓ کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح میں آئیں۔ محمد بن ابی بکر ؓ بھی اپنی والدہ کے ساتھ آئے اور حضرت علی ؓ کے آغوش عاطفت میں فخر تربیت حاصل کیا۔

ایک دن محمد بن جعفرؓ اور محمد بن ابی بکرؓ دونوں باہم فخر کر رہے اور ایک دوسرے پر اپنے آپ کو ترجیح دیتے تھے اور کہتے تھے ہم تم سے زیادہ معزز ہیں اور ہمارے باپ تمہارے باپ سے زیادہ بہتر تھے۔ بڑی دیر تک یہ مناقشہ دونوں میں جاری رہا۔ حضرت علی ؓ نے اپنی بیوی اسماء ؓ سے کہا تم اس کا فیصلہ کر دو، حضرت اسماء ؓ نے کہا میں نے نوجوانانِ عرب میں جعفر ؓ سے بہتر کسی کو نہیں پایا اور بوڑھوں میں ابوبکر ؓ سے اچھا کسی کو نہ دیکھا۔ جب یہ فیصلہ انہوں نے کر دیا تو حضرت علی ؓ نے کہا تم نے ہمارے لیے تو کچھ بھی نہ چھوڑا۔

حضرت علیؓ کے صلب سے ایک فرزند یحییٰ پیدا ہوئے۔

حضرت اسماءؓ کی طبابت

حضرت اسماءؓ کا پیشہ طبیبہ کا تھا۔ وہ حبشہ سے اپنے ساتھ یہ حکمت لائی تھیں۔ آنحضرت ﷺ جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو حضرت اُم سلمیٰؓ اور حضرت اسماءؓ نے آپؐ کا مرض ''ذات الجنب''، تشخیص کر کے آپ کو دوا پلانا چاہی، لیکن آپؐ نے دوا پینے سے انکار فرمایا۔ اسی اثناء میں آپؐ پر غشی طاری ہو گئی، اُن دونوں نے اس وقت کو غنیمت سمجھا اور منہ کھول کر دوا پلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپؐ کی غشی دور ہوئی۔ تو آپ کو کچھ افاقہ کا احساس ہوا، آپؐ نے فرمایا اس تدبیر کا مشورہ اسماءؓ نے دیا ہو گا۔

صبر و استقلال

38ھ میں جب کہ حضرت اسماءؓ کے فرزند محمد بن ابی بکرؓ مصر میں شہید ہوئے، اور ظالموں نے اُن کی نعش بے دردی سے گدھے کی کھال میں جلائی۔ تو ظاہر ہے کہ حضرت اسماءؓ کے لیے اس سے زیادہ تکلیف دہ واقعہ اور دردناک منظر کیا ہو سکتا تھا لیکن آپ نہایت صبر و شکر کے ساتھ ثابت قدم رہیں اور اس واقعہ کو سن کر جانماز بچھائی اور نماز میں مصروف ہو گئیں۔

فضل و کمال

حضرت اسماءؓ عالمہ تھیں اور حضور ﷺ سے براہ راست تعلیم حاصل کرتی تھیں۔

حضرت اسماءؓ خواب کی تعبیر میں بھی دخل رکھتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بھی اکثر ان سے خوابوں کی تعبیر پوچھتے تھے۔

مرویات حدیث

حضرت اسماءؓ سے ساٹھ حدیثیں مروی ہیں جن کے راویوں کے نام یہ ہیں، عبداللہ بن جعفرؓ، ابن عباسؓ، قاسم بن محمدؒ، عبداللہ بن شداد بن الہاد، عروہ، ابن مسیب، اُم عون بنت محمد بن جعفرؒ۔ فاطمہ بنت علیؓ ابو یزید مدنی۔

اولاد کی تفصیل

حضرت اسماءؓ کی کل سات اولادیں ہوئیں، پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں پہلے شوہر حضرت جعفرؓ کے صلب سے تین لڑکے محمد، عبداللہ، عون اور دوسرے شوہر حضرت ابوبکرؓ سے ایک لڑکا محمد۔ اور تیسرے شوہر حضرت علیؓ سے ایک لڑکا یحییٰ پیدا ہوا۔

وفات

40 ہجری میں حضرت علیؓ کی شہادت ہوئی کم و پیش اسی زمانہ میں حضرت اسماءؓ کا بھی انتقال ہو گیا۔

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(21 تا 26 مئی 2021ء)

جمعہ (21 مئی 2021) کی رات تمام اہل خانہ کے ساتھ لاہور آنا ہوا۔

ہفتہ (22 مئی 2021ء) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر نائب ناظم اعلیٰ شرقی زون پرویز اقبال اور بزرگ رفیق تنظیم محمد بن عبدالرشید رحمانی کی معیت میں حلقہ سرگودھا کے طے شدہ سالانہ دورہ کے لیے روانگی ہوئی۔ نماز مغرب سے قبل جواد ٹاؤن بھلوال پہنچے۔ وہاں پر حلقہ کے منفرد رفیق جواد صاحب نے اپنے احباب اور قریبی اعزہ کو اپنی رہائش گاہ پر مدعو کیا ہوا تھا۔ امیر محترم نے جواد صاحب سے رمضان المبارک میں ان کے والد محترم کے انتقال پر تعزیت کی۔ بعد ازاں حاضرین سے ''ہماری دینی ذمہ داریوں'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس کے بعد جامع القدس مصطفیٰ ٹاؤن بھلوال میں بعد نماز عشاء ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' کے حوالے سے پون گھنٹہ خطاب فرمایا۔ وہاں سے فراغت کے بعد مرکز حلقہ سرگودھا پہنچ کر قیام فرمایا۔

اتوار (23 مئی 2021ء) کو بعد نماز فجر مرکز حلقہ کی مسجد میں درس قرآن دیا۔ حلقہ کا باقاعدہ پروگرام 08:00 بجے شروع ہوا۔ امیر حلقہ نے اپنے نظم کا تفصیلی تعارف کروایا۔ بعد ازاں مقامی امراء اور منفرد اسرہ کے نقیب نے اپنے اپنے نظم کا تعارف پیش کیا۔ پھر تنظیمی امور پر افہام و تفہیم اور سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ اس کے بعد امیر محترم کی امراء، نقباء و معاونین حلقہ اور صدر انجمن سے ملاقات میں شرکاء سے تعارف، تنظیمی امور پر افہام و تفہیم اور سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ بعد نماز ظہر امیر محترم نے رفقاء و احباب سے ''خلافت راشدہ کا قیام/ ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر تفصیلی خطاب فرمایا۔ اجتماعی ظہرانہ کے بعد رفقاء و احباب نے امیر محترم سے بیعت مسنونہ کی۔ بعد نماز عصر نائب ناظم اعلیٰ اور امیر حلقہ کے ہمراہ جوہر آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ حلقہ کے معاون دعوت (ثاقب قریشی صاحب) کے نجی کالج (ریڈ ر کالج) میں نماز مغرب کے بعد سورۃ التوبہ کی آیات 111 و 112 کی روشنی میں ایک گھنٹہ خطاب فرمایا۔ بعد ازاں 8 احباب نے امیر محترم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس موقع پر جوہر آباد کے مولانا اظہار الحسن نے امیر محترم سے ملاقات فرمائی اور باہمی تعارف ہوا۔ مولانا نے امیر محترم کے خطبات کی تحسین فرمائی۔ بعد نماز عشاء سرگودھا واپسی ہوئی۔

پیر (24 مئی 2021ء) کو بعد نماز فجر سرگودھا میں جاری مبتدی تربیتی کورس کے شرکاء کے لیے سورۂ زمر کی آیات 54 تا 57 کی روشنی میں تذکیر فرمائی۔ بعد ازاں 5:30 بجے نائب ناظم اعلیٰ اور امیر حلقہ کے ہمراہ مرکز کے قریب واقع ایک بڑی دینی درس گاہ، جامع مفتاح العلوم گئے، جہاں پر مفتی طاہر مسعود سے ملاقات طے تھی۔ باہمی تعارف کے بعد مفتی صاحب نے فرمایا کہ وہ اکثر امیر محترم کے خطبات سماعت کرتے ہیں۔ مفتی صاحب نے آخر میں تمام مہمانوں کو ایک ایک دینی کتاب ہدیہ کی۔ بعد ازاں مرکز واپسی ہوئی۔ اس موقع پر حافظ شفیق احمد کا تربیتی کورس کے دوران ''ایمانیات'' کے حوالے سے بہت عمدہ بیان سننے کا موقع ملا۔ ضروری امور سے فراغت کے بعد نائب ناظم اعلیٰ، امیر حلقہ اور رحمانی صاحب کے ہمراہ 09:30 بجے جامع ضیاء العلوم گئے۔ وہاں پر مولانا عطاء اللہ بندیالوی، نائب امیر جمعیت اشاعت التوحید وسنہ اور دیگر علماء سے تعارف کے بعد امیر محترم نے ''حالات حاضرہ اور ہماری دینی ذمہ داریوں'' کے حوالے سے گفتگو فرمائی۔ وہاں سے فراغت کے بعد امیر محترم دیگر ذمہ داران کے ہمراہ سرگودھا بار کونسل پہنچے۔ سرگودھا بار کے ہال میں پروگرام کا آغاز ہوا۔ امیر حلقہ نے تنظیم اسلامی کا مختصر تعارف پیش کیا۔ بعد ازاں امیر محترم نے ''امت مسلمہ، پاکستان اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر بار کے وکلاء سے جامع خطاب کیا۔ وہاں سے فراغت کے بعد لاہور واپسی ہوئی۔ مرکز میں ذمہ داران سے ملاقاتیں ہوئی۔ اہل خانہ کے لیے کچھ مرکزی ذمہ داران کے ہاں دعوت طعام وناشتہ وغیرہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اہل خانہ کی مرکز میں رہائشی خواتین و رفیقات سے ملاقات ہوئی۔ نائب امیر کے گھر پر رفیقات سے ملاقات اور گفتگو رہی۔ نیز قرآن اکیڈمی میں بانی محترمؒ کی اہلیہ اور ان کے خاندان کی خواتین سے بھی اہل خانہ کی بھرپور ملاقات ہوئی۔ اسی رات کراچی واپسی ہوئی۔

منگل و بدھ (25 و 26 مئی 2021ء) کو کراچی میں معمول کی مصروفیات رہیں۔ نائب امیر سے آن لائن رابطہ رہا۔

امریکہ: اسرائیل کا مؤید و پشت پناہ

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

امریکا کا کردار، فلسطینی المیے اور اسرائیل کی پشت پناہی کے حوالے سے جان سمجھ لینے کے بعد آنے والے ادوار میں اس کے عالمی عزائم بھانپ لینا چنداں دشوار نہیں۔ اقوام عالم کی سربراہی اور مسلم ممالک کو اپنی مٹھی میں رکھنے کی پالیسی میں گزشتہ 20 سالہ تاریخ ہی بہت کافی ہے اگر کوئی سمجھنا چاہے!

اسرائیل کی عملی سرپرستی امریکا نے دوسری جنگ عظیم کے بعد شروع کی۔ جنگوں میں یورپ کی کمر ٹوٹ گئی۔ خلافت عثمانیہ توڑ کر نام نہاد آزادی کے نام پر مسلم دنیا ٹکڑے ٹکڑے کر کے غلام، قوم پرست، سیکولر، کٹھ پتلی، نام کے مسلمان حکمرانوں میں بانٹ دی گئی۔ امریکا نے سب سے پہلے مسلم دنیا کے سینے میں خنجر کی طرح گھونپے اسرائیل کو تسلیم کیا اور باضابطہ اپنی تولیت میں لے لیا۔ اس کی غیر متزلزل پشت پناہی، تحفظ امریکا نے اپنے ذمے لی۔ تب سے آج تک سب سے زیادہ غیر ملکی امداد اسرائیل کو دیتا ہے، باوجودیکہ اسرائیل خود اور یہود بحیثیت قوم دنیا میں امیر ترین ہیں۔ امریکا میں اپنے اثر و رسوخ کو جمانے کے لیے یہودی امریکی انتخابات میں خوب چندہ دیتے ہیں۔ ڈیموکریٹ ہوں یا ری پبلکن، سبھی اسرائیل کی جیب میں ہیں۔ اب دنیا بھر نے حیرت سے بے نوا، کمزور فلسطینیوں پر ٹوٹتی قیامت کے لیے امریکا کو جدید ترین ہتھیار، جواز، دلائل اور امداد اسرائیل کو فراہم کرتے دیکھا۔ فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے، یہاں دیکھا جا سکتا ہے! بظاہر دنیا کی اعلیٰ ترین یونیورسٹیوں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ، خوش پوش، خوش اطوار، تہذیب یافتہ، فصاحت و بلاغت بھری دانشوری دنیا کے فورمز پر بگھارنے والے بانکے لیڈر، عمل کی دنیا میں اتنے بے ضمیر، اتنے سفاک، انسانیت کش، انصاف میں اندھے بہرے گونگے کیونکر ہو گئے؟ اسی کا نام اور عنوان دجالیت ہے۔

دجل، مکر، فریب، خوشنما دھوکوں کی چمکتی دمکتی دنیا! فلسطین میں، بین الاقوامی قوانین، انسانی حقوق کے کنونشن سب کے چیتھڑے ان کے ہاتھوں اڑے۔ افغانستان، عراق، شام پر ٹوٹ پڑنے والے امریکا نے اسرائیل کے خلاف بیان کو بھی سر اٹھانے کی اجازت نہ دی، ویٹو کرتے رہے۔ امریکا، یورپ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ سبھی استعماریوں نے (اسرائیل ہی کی مانند) مقامی آبادیوں کو اسی سفاکی سے کچلا۔ چرچل، برطانوی شہرہ آفاق وزیر اعظم جو عظیم ترین برطانوی لیڈر جانا جاتا ہے، استعماری دور میں فلسطینی رائل کمیشن کے سامنے (1937ء) بیان دیتا ہے: ''میں نہیں مانتا کہ امریکا کے ریڈ انڈین، آسٹریلیا کے سیاہ فام یا ان فلسطینیوں کے ساتھ کوئی بڑی زیادتی ہوئی ہے، اس حقیقت کی بنا پر کہ ایک مضبوط تر، اونچے درجے کی نسل، دنیاوی اعتبار سے عقلمند و دانا تر نسل نے آ کر ان کی جگہ لے لی ہے۔'' چرچل کردوں اور افغانوں کے خلاف کیمیائی حملوں کا حامی تھا۔ کہا کہ میں غیر مہذب قبیلوں کے لیے زہریلی گیس کے استعمال کا پُرزور حامی ہوں۔

ہندوستان (بنگال) کے ہولناک قحط (1943ء میں، جس میں 30 لاکھ لوگ مرے) سے مکمل بے اعتنائی برتنے پر شدید تنقید ہوئی۔ ایک لاکھ 70 ہزار ٹن آسٹریلوی گندم (اپنی کالونی کے عوام کو مرتا چھوڑ کر) یورپیوں کے لیے اسٹور کرنے کو بھجوادی۔ بنگالیوں کو برا بھلا کہا کہ خرگوشوں کی طرح بچے جنتے ہیں۔ دو تازہ اعتراف دیکھیے: جرمنی نے نمیبیا (افریقہ) میں 1904-1908ء، 70 ہزار افراد کا قتل عام کا اعتراف کیا ہے۔ فرانس نے روانڈا میں 8 لاکھ افراد کی قاتل حکومت کی حمایت کا اعتراف کیا ہے!

ظلم و جبر کی صدیوں پر محیط داستان اب اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھ رہی ہے۔ ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔ بالآخر گریٹر اسرائیل ہی میں دجل و فریب کو دجال کا دور دیکھ کر ہمیشہ کے لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں فنا کے گھاٹ اترنا ہے۔ اس کی تیاری میں تابوت کی کیلیں ٹھونکی جا رہی ہیں۔ امریکا نے یروشلم کو اسرائیل (غاصب) کا دارالحکومت بنانے کے بعد، اپنا سفارت خانہ جس بے پناہ مذہبی جوش و جذبے کے ساتھ وہاں کھولا وہ حیران کن ہے۔

دنیا کو مذہب سے بیگانہ کرنے والے، مسلمانوں کے نصابوں، سیاست، معیشت، معاشرت سے اسلام کی ہر رمق مٹانے کے درپے امریکا اور اسرائیلی خود کتنے کٹر، متشدد، قدامت پرست مذہبی ہیں اس تقریب میں عیاں ہے۔ ان کے عزائم کیا ہیں، انہوں نے چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ سعودی عرب سے اسلامی شناخت مٹاتے ٹرمپ اور کشنر (یہودی داماد امریکا کا!) نے اسرائیل اور یہودیت سے والہانہ وابستگی دکھائی ہے۔

سب سے پہلے تو یروشلم کی قانونی (بین الاقوامی قانون کے تحت) حیثیت دیکھ لیجیے۔ 1947ء یو این تقسیم پلان کے مطابق (قرارداد 181 (ii)) پورے یروشلم کی سرزمین عالمی زون قرار دی گئی 3 مذاہب سے متعلق ہونے کی بنا پر۔ 1948ء میں عرب اسرائیل جنگ کے نتیجے میں یروشلم کا مغربی حصہ اسرائیل کے قبضے میں چلا گیا اور اسے اپنا علاقہ قرار دے دیا۔ 1967ء کی شام مصر اور اردن کے ساتھ جنگ میں مشرقی یروشلم پر بھی اسرائیل قابض ہو گیا۔ تاہم عالمی برادری نے اسرائیل کے یروشلم پر حق ملکیت کو تسلیم نہیں کیا۔ مشرقی یروشلم پہلے اردن کے کنٹرول میں تھا، اب اسرائیل نے اسے اپنے علاقے میں براہ راست شامل کر کے اسرائیلی قوانین اس پر لاگو کر دیے جو بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہے۔

1980ء میں اسرائیل نے 'یروشلم قانون' پاس کیا کہ: یروشلم مکمل اور یک جا (مشرقی و مغربی) اسرائیل کا دارالحکومت ہے۔ یوں مشرقی یروشلم کو باضابطہ نگل گیا۔ اس کے جواب میں یو این سلامتی کونسل نے قرارداد 378 پاس کی، اس قانون (اسرائیلی) کو مکمل منسوخ شدہ/ غیر مؤثر قرار دیتے ہوئے مشرقی یروشلم کا غیر قانونی الحاق، بین الاقوامی قانون کے کئی اصولوں کی صریح خلاف ورزی

ہے، جن کے مطابق قابض قوت مقبوضہ علاقے پر حاکمیت قائم نہیں کرسکتی۔ سوعالمی برادری سرکاری طور پر مشرقی یروشلم کو مقبوضہ سرزمین گردانتی ہے۔ دنیا نے یروشلم کو اسرائیلی دارالحکومت کے طور پر تسلیم نہیں کیا۔ اس وقت مقبوضہ مشرقی یروشلم کے رہائشی فلسطینی اسرائیلی شہریت کے حامل نہیں ہیں۔ وہاں رہنے والے 4 لاکھ 20 ہزار فلسطینی 'مستقل رہائش' کے شناختی کارڈ رکھتے ہیں۔ ان کے پاس عارضی اردن کے پاسپورٹ ہیں۔ یعنی وہ مکمل اردنی شہری نہیں ہیں۔ انہیں وہاں کام کے لیے پرمٹ درکار ہوتا ہے۔ نہ ہی وہ اردن کی سرکاری نوکری کے اہل ہوتے ہیں۔ نہ ہی دیگر فوائد حاصل کرسکتے ہیں مثلاً تعلیمی اخراجات میں تخفیف۔ سو یروشلم کے فلسطینی بلا ریاست (Stateless) ہیں۔ نہ وہ اسرائیلی شہری ہیں نہ اردن یا فلسطین کے۔

اسرائیل ان فلسطینیوں کو غیر ملکی مہاجر گردانتا ہے جن کا وہاں رہنے کا حق نہیں ہے۔ اسرائیل ان پر احسان کر رہا ہے، باوجودیکہ وہ وہیں کی پیدائش ہیں۔ انہیں وہاں اپنی رہائش برقرار رکھنے کو کچھ تقاضے پورے کرنے ہوتے ہیں وگرنہ وہ مستقل حق رہائش چھن جانے کے خوف تلے زندگی بسر کرتے ہیں! مثلاً کوئی فلسطینی جو ایک مقررہ مدت سے زیادہ یروشلم سے باہر رہے، کسی دوسرے ملک یا حتیٰ کہ مغربی کنارے میں بھی تو وہ یہاں کا حق رہائش گنوا سکتا ہے۔ انہیں وہاں رہنے کے لیے درجنوں کاغذات جمع کروانے پڑتے ہیں، جبکہ دنیا بھر کے یہودی یہ حق رکھتے ہیں کہ 'واپسی کے قانون' کے تحت اسرائیل آ کر رہیں اور اس کی شہریت حاصل کرلیں۔ 1967ء سے یروشلم کے 14 ہزار فلسطینی رہائشی اپنا حق شہریت گنوا چکے ہیں۔ مشرقی یروشلم میں آ کر آباد ہونے والے یہودیوں کے تمام پراجیکٹ، یو این کی کئی قراردادوں کے مطابق چوتھی جنیوا کنونشن کی صریح خلاف ورزی ہے۔

بین الاقوامی قوانین اور یو این قراردادوں سے متصادم ان اسرائیلی اقدامات کے باوجود امریکا نے 6 دسمبر 2017ء کو یروشلم کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا۔ صدر ٹرمپ نے امریکی سفارت خانہ تل ابیب سے یروشلم منتقل کرنے کا حکم دیا۔ نیتن یاہو نے اس فیصلے کو سراہا اور خوش آمدید کہا۔ دنیا بھر میں امریکا کے اس اعلان کی مذمت ہوئی اور ملکوں ملکوں مظاہرے ہوئے۔ عمان (اردن) میں 7 دسمبر، غزہ میں 9 دسمبر، تہران، پیرس، واشنگٹن سبھی جگہ اس پر احتجاج ہوا۔ ردعمل کے نتیجے میں سیکرٹری اسٹیٹ ٹلرسن نے وضاحت دی کہ صدر کا بیان یروشلم کی حیثیت کا اظہار نہیں کرتا اور یہ بہت واضح ہے کہ آخری حیثیت بشمول سرحدات فریقین ہی پر چھوڑی گئی ہیں کہ وہ باہم بات چیت سے طے کریں گے۔ اسرائیل پر امریکا کی دوغلی پالیسی چلتی ہے۔ صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں والی۔ تاہم گریٹر اسرائیل اور یہودی مقاصد کے پس پشت اصل قوت امریکا ہی ہے۔ اس کی واضح تصویر فلسطینی لاشوں پر مقبوضہ یروشلم میں 14 مئی 2018ء میں کھولے جانے والے امریکی سفارت خانے کی تقریب میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ سفارتی نہیں بلکہ ایک بھرپور جنونی یہودی عیسائی مذہبی تقریب تھی۔ تقریب کا تفصیلی احوال، جس پر امریکی سٹیٹ ڈپارٹمنٹ نے باضابطہ وڈیو جاری کی، راقمہ کے روزنامہ اسلام میں کالمز میں پڑھا جاسکتا ہے۔

ضرورت ہے

شعبہ سمع و بصر، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے لیے ایک تجربہ کار وڈیو ایڈیٹر VIDEO EDITOR کی ضرورت ہے۔ خواہشمند حضرات نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 03009479584

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

''دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23-کلومیٹر ملتان روڈ (نزد چوہنگ)، لاہور'' میں

20 تا 27 جون 2021ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

(مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب نمبر 1)

فکری و عملی رہنمائی کورس کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ رفقاء و احباب اس میں شامل ہوں

اور

25 تا 27 جون 2021ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

(مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب نمبر 2)

حزب اللہ کے اوصاف

اور

امیر اور مامورین کا باہمی تعلق

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ ملتزم رفقاء شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-4369865

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت (042)35473375-78

Weapons sold by the West to Israel

All praise is due to Allah *(SWT)*, and peace & blessing on his noble Messengers *(AS)*, in particular, on the last of them all the blessed Prophet Muhammad *(SAAW)*.

Israeli Forces spokesman Zilberman announced the start of the bombing of Gaza, specifying that “80 fighters are taking part in the operation, including the advanced F-35s” (The Times of Israel, May 11, 2021). It is officially the baptism of fire for the US Lockheed Martin’s fifth-generation fighter, whose production Italy also participates in as a second-level partner. Israel has already received twenty-seven F-35s from the US, and last February decided to buy no longer fifty F-35s but seventy-five. To this end the government has decreed a further allocation of 9 billion dollars: 7 were granted by a US to Israel free military “aid” of 28 billion, 2 were granted as a loan by the US Citibank.

While Israeli F-35 pilots were being trained by the U.S. Air Force in Arizona and Israel, the US Army Engineers built in Israel special hardened hangars for the F-35s, suitable for both fighters’ maximum protection on the ground, and their rapid take-off on attack. At the same time, the Israeli military industries (Israel Aerospace and Elbit Systems) in close coordination with Lockheed Martin enhance the fighter renamed “Adir” (Powerful): above all its ability to penetrate enemy defenses and its range of action which was nearly doubled.

These capabilities are certainly not ‘necessary’ to attack Gaza. Why then are the most advanced fifth-generation fighters used against Palestinians? Because it serves to test F-35s fighters and their pilots in real war action using Gaza homes as targets on a firing range. It does not matter if in the target houses there are entire families.

The F-35s, added to the hundreds of fighter-bombers already supplied by the US to Israel, are designed for nuclear attack particularly with the new B61-12 bomb. The United States will shortly deploy these nuclear bombs in Italy and other European countries, and will also provide them to Israel, the only nuclear power in the Middle East with an arsenal estimated at 100-400 nuclear weapons. If Israel doubles the range of F-35 fighters and is about to receive eight Boeing Pegasus tankers from the US for refueling the F-35s in flight, it is because it is preparing to launch an attack, even nuclear, against Muslim countries.

The Israeli nuclear forces are integrated into the NATO electronic system within the “Individual cooperation program” framework with Israel. Although not a member of the Alliance, Israel is integrated with a permanent mission in the NATO headquarters in Brussels. In the same framework, Germany supplied Israel with six Dolphin submarines, modified for launching nuclear missiles (as Der Spiegel documented in 2012).

Italy’s military cooperation with Israel has become a law of the Republic (Law No. 94 of May 17, 2005). This law establishes comprehensive cooperation, both between armed forces and military industries, including activities that remain secret because they are subject to the “Security Agreement” between the two parties.

Israel has supplied Italy with the Opsat-3000 satellite, which transmits very high-resolution images for military operations in distant war

theaters. The satellite is connected to three centers in Italy and, at the same time, to a fourth center in Israel, as a proof of the increasingly close strategic collaboration between Israel and the West.

Italy supplied Israel with thirty Leonardo Aermacchi fighters for pilot training. Now it can provide Israel with a new version of the M-346 FA (Fighter Attack), which – Leonardo Industry specified – serves at the same time for training and for "ground attack missions with 500-pound drop ammunition, and precision-guided ammunitions capable of increasing the number of targets to hit at the same time". The new version of the fighter – Leonardo Industry underlined – is particularly suitable for "missions in urban areas", where heavy fighters "are often used in low-paying missions with high operating costs". The ideal for the next Israeli bombings of Gaza, which can be carried out with "a cost per flight hour that is reduced by up to 80%", and will be very "cost-effective", that is, they will kill many more Palestinians.

Western regimes and media are complicit in Israeli crimes and must be held accountable. The bottom line is that it all fits into The Yinon Plan, The Zionist Plan for the Middle East, a plan to expand Israel's territorial claims and dominate the region as a Jewish state (Greater Israel). Israelis have openly professed in the UN that "the Promised Land extends from the River of Egypt up to the Euphrates, it includes parts of Syria and Lebanon." Israel can initiate another false-flag operation so that they can blame Muslim countries and force the US into another unwinnable war in the Middle East. Muslims must beware and supplicate for the succor of Allah *(SWT)* against their enemy.

<u>**Note**</u>: ***Courtesy 'Perspective'. Editorial of Issue 11, Volume 07 (01 June – 15 June, 2021)***

غلبہ واقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں ■ تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

شمارہ جون 2021ء
شوال المکرم ۱۴۴۲ھ

اجرائے ثانی:
ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ علیہ

مشمولات

☆ مغضوبین اور ضالین کا ناپاک گٹھ جوڑ —— ایوب بیگ مرزا

☆ نوعِ انسانی کے اصل اور مستقل دشمن کون؟ —— ڈاکٹر اسرار احمدؒ

☆ الحاد و تشکیک: انسان کی فکری اور عملی گمراہیاں —— راحیل گوہر

☆ اسلامی تعلیمات میں اخلاق کی اہمیت —— پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 40 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 400 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

إنا لله وإنا إليه راجعون **دعائے مغفرت**

☆ سرگودھا کی مقامی تنظیم غربی کے مبتدی رفیق سلیم الرحمن وفات پا گئے۔
برائے تعزیت (بیٹا): 0349-7647733

☆ تنظیم اسلامی نیو ملتان کے رفیق کاشف سلیم کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0301-7469710

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم مردان کے نقیب محترم مراد علی کی اہلیہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0300-5851120

☆ حلقہ کراچی شمالی کے ناظم دعوت ذیشان حفیظ، نارتھ ناظم آباد کے مقامی امیر رضوان حفیظ اور بحریہ ٹاؤن کے نقیب عمران حفیظ کے بڑے بھائی کینیڈا میں وفات پا گئے۔
برائے تعزیت (ذیشان حفیظ): 0300-8217857

☆ ملتان کینٹ کے رفیق محمد اعظم کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0301-7463074

☆ مقامی تنظیم بہاولنگر کے رفیق چودھری بشیر احمد کے چھوٹے بھائی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0300-7922456

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔
قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

وفاق المدارس سے الحاق شدہ

کُلّیۃ القُرآن (قرآن کالج) لاہور

191۔ اتاترک بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن سیکھتے ہیں اور دوسروں کو قرآن سکھاتے ہیں۔'' (حدیث نبوی ﷺ)

درس نظامی کے ساتھ ساتھ میٹرک (آرٹس، سائنس)۔ ایف اے۔ بی اے اور ایم اے کے خواہش مند طلبہ کے لیے تمام درجات (ثانویہ عامہ۔ ثانویہ خاصہ۔ عالیہ اور عالمیہ) میں

داخلے شروع

اہلیت برائے داخلہ

- ☆ برائے درجہ ثانویہ عامہ (اولیٰ) آٹھویں جماعت پاس۔ میٹرک پاس کو ترجیح دی جائے گی۔
- ☆ برائے درجہ ثانویہ خاصہ (ثالثہ۔ رابعہ) میٹرک مع ثانیہ پاس۔
- ☆ برائے درجہ عالیہ (خامسہ۔ سادسہ) ایف اے مع رابعہ پاس۔
- ☆ برائے درجہ عالمیہ (موقوف علیہ۔ دورۂ حدیث) بی اے مع سادسہ پاس۔

شیڈول برائے داخلہ

- ☆ داخلہ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 14 جون 2021ء
- ☆ انٹرویو اور تحریری ٹیسٹ 14 جون 2021ء
- ☆ کلاسز کا آغاز 15 جون 2021ء

خصوصیات

- ☆ دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم لازمی
- ☆ حفاظ۔ ذہین اور مستحق طلبہ کے لیے مراعات
- ☆ وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ/ پنجاب یونیورسٹی کا نصاب
- ☆ نمایاں پوزیشن لینے والے طلبہ کے لیے وظائف

برائے معلومات

دفتری اوقات کے دوران 042-35833637

دفتری اوقات کے بعد 0301-4882395

المعلن

حافظ عاطف وحید، مہتمم

ریاض اسماعیل، پرنسپل

Vol. 30 Regd. C.P.L NO. 114 No.21

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore